مسلسل اشاعت کے 59 سال

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

704

شوال المکرم

اپریل ۲۰۲۳

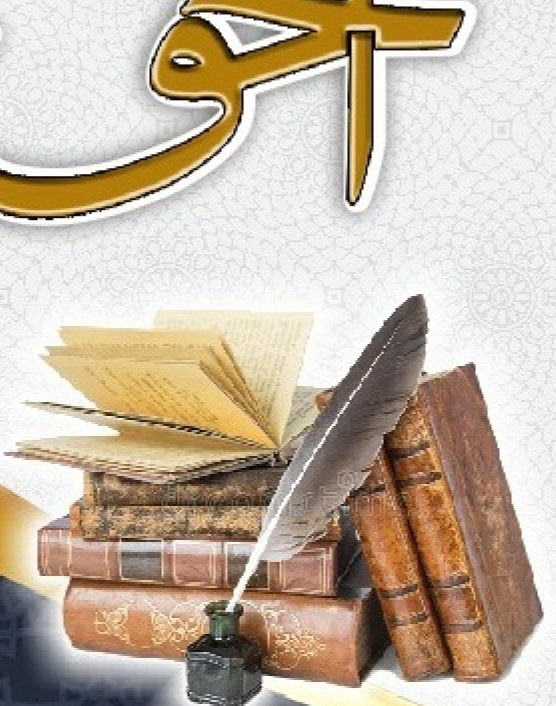

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر.................. 59
شمارہ نمبر 07
شوال ۱۴۴۵ھ
اپریل ۲۰۲۴ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیراعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی — منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: عالم عرب کے نامور محقق، مجاہد شیخ عبدالمجید الزندانیؒ کی جدائی......مولانا محمد اسلام ۲
- حصولِ علم کی ضرورت، آداب اور اصول .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۸
- مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی فیاضانہ شان اور خوردنوازی ....مولانا عبدالقیوم حقانی ۱۱
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کا سفر جاپان..................مولانا محمد اسامہ سمیع ۱۴
- اسلام میں عورتوں کے حقوق کی سائنسی بنیادیں..........مولانا ڈاکٹر انیس الرحمٰن ندوی ۱۹
- تصویری فتنے ....مفتی ذاکر حسن نعمانی ۲۷
- اسلامک کرپٹو کرنسی .... ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۳۷
- عظیم علمی، ادبی اور سیاسی شخصیت (مولانا قاری محمد عبداللہؒ)......مولانا محمد رحیم حقانی ۵۰
- عقائد میں تقلید کا حکم .... مولانا مفتی عبید الرحمٰن ۵۵
- تعلیمی اداروں میں اسکے بیز (SCABIES) کی بیماری .... ڈاکٹر ضیاء اللہ ۶۰
- دارالعلوم کے شب و روز ....صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۱
- تعارف وتبصرہ کتب ....مولانا محمد اسلام حقانی ۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی آراوافکار سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ ''الحق'' جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ آفس فون نمبر: 630435 -923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com --------- موبائل نمبر: 03159898998 ۔ 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk --------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

عالم عرب کے نامور محقق، مجاہد شیخ عبدالمجید الزندانیؒ کی جدائی
شیخؒ کی دارالعلوم حقانیہ آمد کے موقع پر اُن کا تاریخی خطاب

کاروانِ علم و قافلہ حق کا ایک ایک راہی یکے بعد دیگرے کارواں سے بچھڑ کر دار الفناء سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر جانا علامات قیامت میں سے ہے اور امت مسلمہ کیلئے یوں ہی علمائے ربانی کا اٹھ جانا نیک شگون نہیں کیونکہ ان کی وفات سے یہ خلاء صدیوں تک پُر نہیں کیا جاسکے گا۔ ۲۳/اپریل ۲۰۲۴ء کو یمن اور عالم عرب کے جید عالم دین، داعی و مبلغ، مصنف و محقق، مفسر و مفکر، فعال و متحرک، جبل استقامت، جامعہ الایمان یمن کے بانی، مؤسسہ الهيئة العالمية للاعجاز العلمی لقرآن الكريم والسنة سعودی عرب کے مؤسس اوراخوان المسلمین یمن کے رہنما شیخ عبد المجید الزندانی صاحبؒ جلاوطنی میں علالت کے بعد ترکی کے ایک ہسپتال میں بیاسی سال کے عمر میں وفات پاگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازے اور ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

حضرت شیخ عبدالمجید زندانیؒ یمن سے تعلق رکھنے والے ایک ہمہ جہت و ہشت پہلو شخصیت کے مالک اور جامع الکمالات ہستی تھی، آپ جامعہ الازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے، وہاں سے آپ نے علوم اسلامی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی، آپ کی پوری زندگی دین اسلام کی نشر واشاعت اور فروغ علم وعمل میں بسر ہوئی، احیائے اسلام کیلئے شب وروز انتھک محنت اور جہد و جہد ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا، علمی و تحقیقی میدان میں ان کا پسندیدہ موضوع اعجاز علمی تھا، ہمہ وقت وہ قرآنی معجزات پر ریسرچ کرتے رہے، اس موضوع پر ان کی متنوع خدمات ہیں جس کا احاطہ چند سطور میں کرنا مشکل ہے، آپ کافی عرصہ سعودی عرب میں بھی رہے وہاں کے جید علماء سے آپ کے گہرے علمی تعلقات و مراسم رہے اور وہاں آپ نے الاعجاز العلمی للقرآن الکریم (قرآنی معجزات) کے موضوع پر لیکچر دیتے رہے۔ قرآن اور سائنس، سائنس اور قرآن آپ کا پسندیدہ موضوع تھا اس موضوع پر آپ نے

بہت سا علمی وتحقیقی کام کیا ہے۔

آپ تقویٰ وللّٰہیت ،خلوص وتواضع کے پیکر مجسم تھے، باطل کے خلاف ہمیشہ بلاخوف لومۃ لائم استقامت کے ساتھ کھڑے رہے، ہر ظلم کے خلاف آواز بلند کی، طاغوتی اور دجالی قوتوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے،انہوں نے یمن صنعاء میں جامعۃ الایمان کے نام سے ایک آزاد اسلامی یونیورسٹی قائم کی جسے وہ عرصہ سے نہایت جانفشانی اور محنت سے چلا رہے تھے،اس یونیورسٹی کا شمار عالم اسلام کے مشہور دینی و اسلامی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے،۲۰۱۴ء میں حوثیوں کی یمن پر قابض ہونے کے بعد اس جامعہ کو بند کردیا گیااور حوثیوں نے ۲۰۱۵ء میں شیخ عبدالمجید زندانیؒ کا گھر بارود سے اڑا دیا اور شیخ یہاں سے ترکی چلے گئے اور جلا وطنی میں اپنی علمی وتحقیقی خدمات جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ تصنیف وتالیف ،تحقیق وتنقید کا بھی اچھا خاصا ذوق رکھتے تھے، آپ قرآن وسائنس کے موضوع پر اتھارٹی سمجھے جاتے تھے۔اس حوالے سے ان کا مطالعہ نہایت وسیع تھااوراس موضوع پر ان کی وسعت نظری کے مغرب کے سائنسدان اور دانشور بھی معترف تھے، ان کی تصانیف میں چند نے خاصی شہرت حاصل کی جن میں توحید الخالق، الایمان، علم الأجنة فی ضوء القرآن والسنة، الاعجاز العلمی فی القرآن، المعجزة المتجددة فی القرآن والسنة، بیانات الرسول والمعجزاته قابل ذکر ہیں۔

تصنیفی خدمات کے علاوہ آپ سیاسی اورتحریکی طور پر بھی ایک فعال اور متحرک شخصیت تھے، اخوان المسلمین مصر کے ساتھ ان کا گہرا تعلق رہا،اسی تعلق ومحبت کی بناء پر یمن میں ''اخوان المسلمین'' شاخ کی بنیاد رکھی، آپ ایک معتدل فکر کے داعی ومبلغ تھے، بہت سی بین الاقوامی شخصیات کے ساتھ ان کا علمی وفکری تعلق رہا،وہ ایک مجاہد بھی تھے،افغانستان پر روسی جارحیت اور کمیونسٹ افکار ونظریات کے خلاف افغان جہاد میں بھی وہ بھرپور حصہ لیتے رہے ،حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ بھی آپ کا دیرینہ علمی وفکری تعلق رہا اور مختلف کانفرنسوں میں ان کی باہمی ملاقاتیں ہوتی رہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے جون ۲۰۰۱ء میں جمہوریہ یمن کا تین روزہ دورہ کیا، یہ دورہ شیخ عبدالمجید زندانیؒ کی اصرار اوردعوت پر کیا تھا، ''جامعۃ الایمان'' یمن کے فضلاء کی پہلی کھیپ تیار ہونے پر انہوں نے ایک بڑی تقریب کا انعقاد کیا جس میں ملک بھر کے علماء کے علاوہ عالم اسلام سے جید علماء اور سکالرز بھی شریک ہوئے تھے،حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ یکم جون کو اسلام آباد سے روانہ ہوئے،دبئ سے ہوتے ہوئے،۲ جون کو علی الصباح ساڑھے چار بجے صنعاء پہنچے، ائیر پورٹ پر شیخ

عبدالمجید زندانیؒ اور یونیورسٹی کے دیگر اکابر وعلماء نے ان کا پرتپاک استقبال کیا تھا۔ ۹ بجے ''جامعۃ الایمان'' میں تقریب کا آغاز ہوا، امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمدؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ بھی اس پروگرام میں مدعو وشریک تھے۔ تقریب میں یمن کے صدر، اعلیٰ حکام، وزراء، ارکان پارلیمنٹ اور علماء نے شرکت کی ڈیڑھ دو سو فضلاء کو سندات دی گئیں، اس دوران شیخ عبدالمجید زندانیؒ نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے بار بار اس کا ذکر کیا کہ مجھے جامعہ حقانیہ کی آزاد تعلیمی فضاء، جلسہ دستار بندی اور ختم بخاری میں شریک ہوکر ہی ایک ایسے ادارہ کے قیام کا داعیہ پیدا ہوا تھا، عالم عرب کے مشہور مصنف اور عالم دین شیخ یوسف القرضاویؒ بھی تقریب میں مدعو تھے اور دو تین دن اکٹھے قیام کے دوران ان سے بھی حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے عالم اسلام کی صورتحال پر تبادلہ خیال فرمایا۔ ۵ جون کو علی الصبح صنعاء سے آپ کی واپسی ہوئی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ''مکاتیب مشاہیر'' میں حضرت شیخ عبدالمجید زندانیؒ کے تعارف میں یوں رقمطراز ہیں ''یمن کے شہر صنعاء کے رہنے والے، جید عالم دین، ''جامعۃ الایمان'' یمن کے مؤسس اور الهيئة العالميه للاعجازالعلمی للقرآن والسنة کے بانی، الاخوان المسلمین یمن کے متحرک رہنما، کئی ایک کتابوں اور مقالات کے مصنف''۔

۱۹۸۸ء جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کے اختتام پر جامع مسجد دارالعلوم میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی ۱۵۰ سے زائد فضلاء درس نظامی اور ۴۰ طلبہ درجہ حفظ وتجوید کی دستار بندی ہوئی، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دعوت پر عالم عرب کے مشائخ وسکالروں اور علماء کے ایک نمائندہ وفد نے بھی اس تقریب میں شرکت کی جس میں الشیخ علامہ عبدالمجید زندانیؒ نے بھی شرکت کی تھی اور عربی میں خطاب بھی فرمایا وہ خطاب ماہنامہ ''الحق'' اپریل ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا، اس خطاب کا اردو ترجمہ نذر قارئین ہے:

نفاذ شریعت اور اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں جامعہ حقانیہ کا کردار

خطبہ مسنونہ کے بعد! اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرمائی اور ہمارے لئے واضح روشنی نازل کی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب پہنچ گئی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سلامتی کے راستوں کی جانب ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے رستے پر جاتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور ان کو اپنے امر کے ذریعے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتے ہیں اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرتے ہیں لیکن اس نور کی تعیین اور

توضیح کے لئے سلسلہ نبوت و رسالت جاری کی گئی، رسول ہی وہ لوگ ہیں جو یہ نور حاصل کرتے ہیں اور اس کی جانب لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے نور کے وارث علمائے کرام ہیں

رسولوں کے بعد انبیاء کے وارث علماء ہی اس نور کے حامل ہوتے ہیں اور لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں اور علوم شریعت کے یہ مدارس ہی ان علماء کے آدم گری کے کارخانے اور گھر ہیں اگر یہ مدارس صحیح ہوں تو صالح علماء پیدا ہوں گے، اگر مدارس کی بناء درست نہیں تو ان سے فارغ ہونیوالے علماء بھی اسی ماحول کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور عالم باعمل اس نور اسلام کو بلند کرتا ہے تو لوگ دور سے اس کو دیکھ کر اس کی اقتدا کرتے ہیں جب کہ کاہل اور سست عالم اس کو لے کر زمین پر بیٹھ جاتا ہے تو یہ روشنی سوائے پڑوسیوں کے کسی کو نہیں دکھائی دیتی اس کے برعکس اس کو بلند کرنے والے لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے عظیم سپوت اور جرنیل مولانا جلال الدین حقانی سے تعارف

بھائیو! پاکستان آنے سے قبل بلکہ پاکستان کو جاننے سے قبل میں نے اس مدرسہ حقانیہ کے بارے میں سنا تھا اور اس کی روشنی کو دیکھا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب مجھے پاکستان کی بھی معرفت نہیں تھی یہ وہ دن تھا جب میری ملاقات دارالعلوم حقانیہ کے عظیم سپوت اور جہاد افغانستان کے معروف جرنیل جلال الدین حقانی صاحب سے ہوئی، میں نے پوچھا کیا یہ شخص قبیلہ حقان سے تعلق رکھتا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ نہیں حقان قبیلہ نہیں پاکستان میں ایک مدرسہ ہے جس کا نام حقانیہ ہے، اس وقت میں نے کہا الحمد للہ کہ نور ہدایت کی شعاع تھی جو ہم تک پہنچ گئی اور اس کو اٹھانے والا مدرسہ حقانیہ کا ایک فارغ التحصیل فاضل اور ایک عالم ہے اور پوری دنیا نے اسے دیکھا اور اہل زمین نے سنا لوگ چاہے کافر ہوں یا مسلمان ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔

جامعہ حقانیہ کی عظمت کی گواہی

کوئی پوچھتا ہے تمہارا کمانڈر کون ہے؟ تو کہتے کہ حقانی لہٰذا مبارک ہو اس مدرسہ کو کہ وہ ایسے کمانڈروں مرد میدان کیلئے معاون پیدا کرتی ہے مبارک ہو کیونکہ یہ مدرسہ کیلئے اس کی عظمت کی گواہی ہے کہ یہ صحیح اور حقانی مدرسہ ہے اور جو علمائے حق کی مادر علمی اور آدم گری کا کارخانہ ہے نیز مسلمانوں کو ایسے علماء اور ایسا مدرسہ مبارک ہو۔

پگڑیاں باندھنے والوں نے روس کو نکال دیا

بخدا مجھے انتہائی خوشی ہوئی ہے کہ میرے دیکھتے دیکھتے میری آنکھوں کے سامنے یہ مدرسہ حقانیہ یہ مادرعلمی پگڑیوں والے علماء، فضلاء کو تحصیل علم سے فارغ کر کے رخصت کررہی ہے یہی پگڑیاں تھیں کفار کے استعماری قوتوں نے جن کی تحقیر کی اور ان کے شاگردوں نے جن کی توہین کی چنانچہ پگڑیاں اتاری گئیں اور ہم نے وہ لباس (جو علم، علماء، شیوخ اور صحابہ کرامؓ کی یاد دلاتا تھا) اتار پھینکا اور ہم گاتے رہے کہ ہم فتح اور عزت کی راہ پر لگ گئے جبکہ ہم ذلت رسوائی اور ہلاکت کے گڑھوں میں اسی روز سے گرتے جارہے ہیں جس دن سے ہم نے کافروں کا اتباع کیا مسلمانوں کو دوبارہ فتح پگڑیاں باندھنے والوں کے ہاتھوں سے ملی چنانچہ ہم نے افغانستان میں بڑی پگڑی دیکھی جو روس کی فوج کو نکال دیتی ہے اور انہیں دھتکارتی اور ہزیمت پر مجبور کر دیتی ہے پھر یہ دستار عزت وشرف کی علامت بن گئی اور پگڑی والا جب کہیں سے گذرا تو یہ کہا جانے لگا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو روس پر غالب آئے۔

عالم باعمل ہی روشنی کا مینار بن کر لوگ اس سے مستفید ہوجاتے ہیں

حضرات! یونہی جب عالم باعمل ہوا اور حق کی روشنی کو اٹھا کر بلند کردے، علم کی طرف توجہ دے تو لوگ اس کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں اور اگر وہ بیٹھا رہے تو وہ صرف آس پاس کی چیزوں کو روشن کرتا ہے پھر جب بہت سے چراغ جمع ہوجاتے ہیں تو نتیجہ کے طور پر ایسی تیز روشنی بنتی ہے جو دور دور تک پھیلتی ہے۔

افتراق اور اختلاف سے اجتناب کی تائید

جب چراغ متفرق ہوجاتے ہیں تو روشنی ماند پڑ جاتی ہے ہم ان سے سوائے قریب کے لوگوں کے کچھ نہیں دیکھ سکتے اور جب ایسے چراغ راستے میں کہیں ادھر ادھر جلتے ہیں تو لوگ پوچھا کرتے ہیں پھر کوئی کہتا ہے وہاں چراغ جل رہا ہے لہٰذا راستہ بھی ادھر ہے دوسرا کہتا ہے نہیں اس طرف چراغ جلتا ہے آؤ! ادھر چلیں تیسرا کہتا ہے وہاں ہے وہاں چلو چنانچہ امت منتشر ہوجاتی ہے اور لوگ ضائع ہو جاتے ہیں تم دیکھو گے کہ ان متفرق چراغوں والوں کی روشنی کمزور ہوتی ہے حتیٰ کہ یہ خود ان کو بھی راستہ نہیں دکھا سکتی مسلمان پر جب کبھی بھی بڑی مصیبت آئی تو وہ حاملین نور اور علماء کے تفرق اور انتشار کی وجہ سے آئی۔ چنانچہ ڈرتے رہو اختلاف اور تفرق سے بچتے رہو آج تمہیں یہ اتحاد مبارک ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا حق ہے

یہ ہم آہنگی مبارک ہو میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں جو واضح کرتی ہے کہ ہر میدان میں

اسلام کی فتح ہو گی اور اسلام ہی کے لئے سر بلندی ہے حدیث کے حامل لوگ جانتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے ایک حدیث ہے جو اصحاب حدیث کے ہاں ایک مشکل حدیث تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پڑھا کرتے تھے جسے امام بخاریؒ نے روایت کیا کہ الحبة السوداء شفاء من کل داء ہاں! کلونجی ہر مرض کا علاج ہے تو کچھ مدت پہلے مجھ سے ایک اشترا کی نے کہا کہ پھر تو ہمیں دواؤں کی ضرورت ہے نہ ہسپتال جانے کی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ کلونجی میں ہر مرض کی دوا ہے لیکن آج جواب مل گیا ہے پتہ ہے کہاں سے؟ امریکہ سے؟ امریکہ سے ایک مسلمان عالم کے ہاتھ جواب آ گیا، اس نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کلونجی ہر مرض کی دوا ہے تو اس کا قول حق ہے، اب میرے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ الحبة السوداء یعنی کلونجی کا فائدہ کیا ہے؟ لہٰذا اس نے بیس آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک گروہ کو کلونجی کھلائی اور دوسرے کو پسا ہوا کوئلہ دیا پھر کلونجی والے گروہ کے ایک جسمانی نظام جسے دفاعی نظام کہتے ہیں کا معائنہ کیا دفاعی نظام کا کیا کام ہے؟ یہ قوت تمام امراض سے بچاؤ کا کام کرتی ہے کلونجی کا اثر دفاعی قوت پر کیا پڑا؟ وہ کہتا ہے کہ کلونجی والے گروہ میں دوسرے گروہ کی نسبت تین فیصد دفاعی قوت بڑھ گئی تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ جواب مل گیا کلونجی دفاعی نظام کو طاقتور بناتی ہے اور دفاعی نظام تمام امراض کا خاتمہ کرتی ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔

مسلمانوں کی بیداری کا راستہ کیا ہے؟

اہل اسلام ہر میدان میں آلودگی کا شکار ہیں مگر بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی بیداری کا راستہ کیا ہے؟ پھر کہتے ہیں یہ کہ باعمل عالم پیدا ہوں اور میں تو کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی بیداری کا راستہ ایسے مدارس کا قیام ہے جو کہ باعمل علماء نکالیں ایسے کارخانوں کا قیام ہے جو کہ متقی علماء پیدا کریں یہی مسلمانوں کی بیداری کا راستہ ہے۔

دعا اور مسرت کا اظہار

مجھے انتہائی مسرت ہے اور سعادت سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ کو ان مدارس میں علماء کے ساتھ پاتا ہوں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان میں برکت ڈالے اور ان کے اکابر، انتظامیہ، طلبہ، ملازمین اور متعلقین کو توفیق دے کہ وہ کلمۃ اللہ کی سر بلندی اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت کا کام کریں اور دعا ہے کہ اللہ رب العزت مجاہدین کے لئے مدد مقدر فرمائے ان کی صفوں میں وحدت پیدا فرمائے اور ان کی بڑی مدد فرمائے نیز دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد پیدا فرمائے اور ان کی بات کو عظمت عطا فرمائے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حصولِ علم کی ضرورت، آداب اور اصول

جامعہ حقانیہ کے نئے تعلیمی سال (2024-25) کے افتتاحی تقریب سے
حضرت مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کا خطاب

امسال جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں (۷۷ویں) نئے تعلیمی سال ۱۴۴۵/۴۶ھ (۲۰۲۴/۲۵ء) کا باقاعدہ آغاز بروز اتوار ۲۸/اپریل ۲۰۲۴ کو دارالحدیث ہال میں درس ترمذی شریف سے ہوا، تقریب میں تمام مشائخ، اساتذہ، منتظمین اور قدیم وجدید طلباء نے شرکت کی، افتتاحی تقریب ایوان شریعت ہال میں بعد از نماز ظہر دو بجے دوپہر منعقد ہوئی، حضرت مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے ترمذی شریف سے باقاعدہ درس کا آغاز فرمایا اور طلباء کو قیمتی نصائح سے نوازا، اس کے بعد نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے جدید طلباء کو جامعہ کے اصول وضوابط سے روشناس فرمایا، اس تقریب میں عالمی شہرت وایوارڈ یافتہ قاری ابوبکر (مانسہرہ) نے بھی شرکت کی اور تلاوت کلام پاک سے اس تقریب کا آغاز کیا۔

تقریب کا اختتام شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ کے خطاب اور پراثر دعا سے ہوا، گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی الحمدللہ ہزاروں تشنگان علم ام المدارس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں جوق در جوق تشریف لائے اور دو ہفتوں پر محیط داخلوں اور امتحانات کے سخت سلسلے کے بعد کامیاب طلباء کو داخلے دیئے گئے، اس روح پرور اور پرنور تقریب سے حضرت مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے جو خطاب فرمایا وہ نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

حمد وصلوٰۃ کے بعد! محترم طلبائے کرام! ایک گونہ تعطل کے بعد ہم اور آپ ایک مرتبہ پھر

حصولِ علم وفضل کے لئے جامعہ حقانیہ میں حاضر ہوئے ہیں، ہم آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ فرماتے کہ مدینہ منورہ میں جب طلبا علومِ نبوت کی تشنگی بجھانے کے لئے حاضر ہوتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا استقبال اور خیر مقدم فرماتے ہیں، میں اکثر و بیشتر بیمار رہتا ہوں لیکن اسباق شروع ہونے کے بعد الحمد للہ معمول کے مطابق اسباق میں حاضری یقینی بنانے کی کوشش کرتا ہوں۔ آج ہم یہاں جمع ہیں اور یہ آپ کے لئے جدید عہد و پیمان کا وقت ہے کہ آپ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے جملہ قوانین وضوابط کے پابند رہیں گے، ماننے میں بہت خیر ہے اور بالخصوص تحصیلِ علم میں اپنے بڑوں کے فیصلوں کو ماننا ضروری ہے تاکہ آپ صرف حروف ونقوش نہیں بلکہ اخلاقیات اور روحانیات کا اعلیٰ سبق بھی حاصل کریں، سب سے پہلے اپنے نیت کو درست کر لیں کیونکہ اخلاص اور للّٰہیت کے جذبے کے بغیر کوئی عمل قابلِ قبول نہیں، اب آپ کتابوں میں پڑھیں گے کہ ہر کتاب کی ابتدا میں استاد آپ کو انما الاعمال بالنیات کا درس دیں گے، تب آپ کو سمجھ آئے گی کہ تصحیح نیت کیا ہے؟ اور حصولِ علم میں اس کی کتنی ضرورت ہے، سب سے پہلے آپ اپنے ان تمام کوششوں کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص رکھے اور پھر بھرپور محنت اور لگن سے اسباق میں حاضری یقینی بنائیں، مزید مدارسِ اسلامیہ میں وہ تمام سہولیات اور آسائش میسر نہیں ہوتی جو آپ کو گھر میں یا دیگر عصری تعلیمی اداروں میں مل سکتے ہیں لیکن آپ نے مجاہدہ کرنا ہے، ایثار وقربانی کا عملی مظاہرہ کرنا ہوگا، تکلیف اور مشکل ضرور پیش آئے گی لیکن ان مشکلات اور تکلیفات پر صبر اور شکر کے بعد آپ کو عزت و رفعت کا مقام ملے گا۔

ترمذی شریف سے افتتاح اسباق

محترم طلبائے کرام! آج ہم نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب میں شریک ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہے کہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ حقانیہ میں ایک مرتبہ پھر جمع ہونے کی توفیق بخشی، میں نے آپ حضرات کے سامنے ترمذی شریف کی حدیث سے ابتدا کی، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ ہم اکابر علمائے دیوبند کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں، دارالعلوم دیوبند میں بھی تعلیمی سال کا آغاز جامع ترمذی سے ہوتا تھا اور والد بزرگوار محدثِ کبیر حضرت مولانا شیخ عبدالحق نور اللہ مرقدہ نے بھی اس روایت کو برقرار رکھا۔

ایک اشکال کا جواب

ایک اشکال آپ کے ذہن میں ہوگا کہ بخاری شریف تو اصح الکتب بعد کتاب اللہ

ہے پھر ترمذی شریف سے افتتاح کیوں کی جاتی ہے؟ بعض مدارس میں بخاری شریف سے افتتاح ہوتی ہے لیکن ہم اپنے روحانی آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ترمذی شریف سے افتتاح کرتے ہیں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ہمیشہ سے یہی طریقہ کار رہا ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ ترمذی شریف سے اسباق کی افتتاح فرماتے تھے۔

صحاح ستہ میں ترمذی شریف کی اہمیت

ترمذی شریف کا مقام اور درجہ صحیحین کے بعد آتا ہے لیکن افادیت کے اعتبار سے ترمذی شریف بہت اہم ہے، ترمذی شریف سے فقہی مسائل کا استنباط بآسانی کیا جاتا ہے جبکہ بخاری اور مسلم سے کوئی بھی فقہی مسلک یا مذہب معلوم نہیں ہوتا، امام ترمذیؒ نے تفہیم احادیث کے حوالے سے دلائل کو آسانی سے جمع کیا، اس کے علاہ حدیث کا مقام، درجہ، وجہ ترجیح اور روایت کے بارے میں تفصیلات یکجا کر دیئے ہیں، الغرض! ادلہ استخراج مسائل اور ابواب و تراجم اور وجوہات ترجیح و دلائل کے لحاظ سے ترمذی شریف دیگر حدیث سے نافع ہے، آپ جب ترمذی شریف پڑھیں گے تو جا بجا آپ کو مجہول یا غیر معروف راوی کا تعارف دیکھنے کو ملے گا تب آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ امام ترمذیؒ کی عادت ہے کہ وہ مجہول راویوں کا تعارف پیش کرتے ہیں اور دیگر محدثین نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا، اکثر امام ترمذی رحمہ اللہ اختلافی مسائل کو ذکر کرتے ہیں اور اس میں بلاتفریق تمام آئمہ کے مذاہب کا حوالہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں امام کا مسلک ہے اور یہ فلاں امام کی رائے ہے۔

امتیازی خصوصیت

جامع ترمذی شریف کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں روا پر کلام کیا گیا ہے اور گو کہ یہ علم اسما الرجال پر بھی مشتمل ہے کہ ہر حدیث کے راوی پر ضعف یا صحت کا حکم لگایا جاتا ہے، اگر کوئی راوی ضعیف یا کمزور ہوگا تو امام ترمذی رحمہ اللہ هذا حديث ضعيف وغیرہ کہہ کر حدیث کا درجہ واضح کریں گے، یہی چند انفرادی خصوصیات ہیں جن کے بنیاد پر ترمذی شریف سے افتتاح کی جاتی ہے اور ہم الحمد للہ اس پر مطمئن ہیں کہ علمی تسلسل میں اپنے اکابر کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی
خطیب جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ جامعہ حقانیہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی فیاضانہ شان اور خورد نوازی

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نو وارد مصنّفین کی تشجیعات ، تحسینات اور حوصلہ افزائی، ذاتی مَصرف سے خرید و تقسیمِ کتب کا اہتمام، کتابی حوالے سے بھی خورد نواز، خلیق اور کرم گستر تھے۔ (ع ق ح)

مجھے اس پر بے حد شکر اور اپنے رب کے احسان و امتنان کا اعتراف ہے کہ اکابر علماء اور مشائخ کے سوانح میرا پسندیدہ موضوع ہے الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ، مولانا محمد اسعد مدنیؒ ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ، قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مرد قلندر حضرت درخواستیؒ، محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیریؒ، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ، مفسر قرآن مولانا محمد احمدؒ، محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ ، سفیر امن مولانا سمیع الحق شہیدؒ مگر الحمد للہ سوانحات کا یہ کام جذبۂ فروغ علم ، ذاتی شوق اور طبعی افتاد کا ثمرہ ہے اس میں کوئی دنیوی منفعت ، تجارت اور مالی مفاد کچھ بھی پیش نظر نہیں رہا اور نہ کوئی دنیوی مفاد حاصل ہوسکا ، کتاب چھپی دو سو سے زائد نسخے تو رسائل وجرائد میں تبصروں کے لیے بھیجے ، رجسٹرڈ بھیجنے کے اخراجات اس پر مستزاد......

کتابوں کے مفت خورے

اساتذہ ، احباب ، علماء اور نوخیز صاحب ذوق طلبہ کو مفت دیئے گئے ، اضیاف آئے کتابوں کا تذکرہ کیا اور جاتے ہوئے نئی کتاب کا مطالبہ کردیا ، انکار کا مزاج نہیں ، مصنف بے چارے کی تو اولین وآخرین خواہش یہی ہوتی ہے کہ کوئی اس کی کتاب پڑھے ، قارئین اپنے مطالعاتی تاثرات مثبت انداز میں بیان کردیں تو مصنف کو اپنی محنت کا ثمرہ مل جاتا ہے تاجروں نے جتنے نسخے بھی لیے بشرط فروخت اپنے پاس رکھ لیے اب وصولی کون کرے کتابیں بیچ کر رقم خود پہنچانا ، ابھی ہمارے ہاں

یہ اخلاقی صنف متعارف نہیں البتہ مکتبہ رشیدیہ کے منتظم اعلیٰ بابا عبد الشکورؒ اور ادارہ اسلامیات لاہور کے منتظمین از خود رقم بھیج دیتے ہیں اور حساب بھی درست رکھتے ہیں، ہاں! مذکورہ اکابر کی نسبی اولاد کی طرح روحانی اولاد اور متوسلین بھی مفت خورے نکلے، صاحبزادوں، پوتوں اور نواسوں نے تو کبھی پوچھا تک نہیں، لکھتے وقت معلومات دینے میں بھی کمال بخل کا مظاہرہ کیا، جب کتاب چھپ گئی تو ایک دو نہیں بیسیوں نسخوں کا مطالبہ ان کا استحقاق بنا اور بعض ذی حیثیت اور کثیر الوسائل صاحبزادوں نے دو جملے تحسین کے لکھ کر بھیج دینا بھی اپنی عظمتِ شان کے خلاف سمجھا۔

حقانی خاندان کی طرف سے تحسین وتشجیع

ہاں ! شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ جو میرے استاذ بھی اور مربی بھی ہیں اور استاذ زادے بھی، داد وتحسین اور تشجیع اور بھر پور حوصلہ افزائی سے نوازتے رہے، حوصلہ افزائی ان کا مزاج تھا سوانح شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ چھپ کر آئی تو میرے حقانیہ سے استعفیٰ دینے کی تمام رنجشیں ختم کردیں اور فرمایا تم نے لکھا نہیں حق ادا کردیا، فرمایا جو کام ہمارے کرنے کا تھا وہ تم نے حقانی خاندان اور حقانی برادری کی طرف سے فرض کفایہ ادا کردیا۔

دارالعلوم دیوبند سے سندِ اعزاز

جب میری پہلی کتاب '' دفاع امام ابوحنیفہؒ '' چھپ کر آئی تھی تو استاذ مکرم مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مکمل ایڈیشن خرید کر اصل زر پر معقول نفع کے ساتھ مجھے ساری رقم ادا کردی جس کی برکت سے میں اسے بار بار چھاپنے کی سعادت حاصل کرتا رہا اور تاہنوز یہ سلسلہ اشاعت جاری ہے اسی طرح میرا ایک رسالہ ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریہ انقلاب وسیاست'' بھی جب پہلی مرتبہ چھپ کر آیا تو حضرت شہیدؒ نے اسے بے حد پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ملک میں حنفی سیاست کے فروغ واشاعت اور ترویج کے لیے یہ رسالہ ایک کامیاب پیش رفت ہے پانچ سو (۵۰۰) نسخے مجھ سے قیمتاً خرید کر اہل علم میں مفت تقسیم فرمائے اور میرا حوصلہ بڑھایا، ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند نے اپنی اشاعت میں اس پر مختصر مگر جامع تبصرہ شائع کیا تو حضرت شہیدؒ نے اس کی نقل میرے پاس بھیج کر فرمایا: مبارک ہو دارالعلوم دیوبند سے تمہاری اعزازی سند آ گئی ہے۔

بہر حال! مولانا سمیع الحق شہیدؒ علمی اور قومی وملی خدمات کے حوالے سے ایک بڑے عظیم المرتبت بزرگ تھے جامعہ دار العلوم حقانیہ بذات خود ایک علمی ریاست ہے مگر بایں ہمہ آپ انتہائی

متواضع اور منکسر المزاج شخص تھے، احقر نے کتابی حوالے سے بھی انہیں انتہائی خورد نواز، خلیق اور کرم گستر پایا ہے وہ اپنے عظیم والد کی طرح فیاضی اور مہمان نوازی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں ۔

تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

بہر حال ! اپنے اکابر بزرگوں ، اساتذہ اور مشائخ کی اولاد ، ورثاء ، ابناء اور ابناء الابناء کے بارے میں بہت ہی تلخ تجربوں سے گذرا ہوں ، نو وارد مصنفین ، علماء اور محققین اور میری طرح دشت تحریر کی سیاحی میں عمر گزارنے والے اربابِ قلم یہ بھی یاد رکھیں کہ بایں ہمہ میری کوئی کتاب بھی مشائخ وعلماء کے صاحبزادوں ، پوتوں ، نواسوں ، جانشینوں نے اپنی جیب خاص سے دام دے کر نہیں خریدی نہ صدقہ جاریہ کے طور پر صدقہ وخیرات کی مد میں یا اپنے اکابر ، والد ، دادا جان یا نانا جان کے ایصال ثواب کی نیت سے مستحقین میں تقسیم کیں ، تاہم اس حوالے سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو یہ فخر وامتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے والد کے حوالے سے لکھی جانے والی کتابوں کی قدردانی کی یعنی قیمت دے کر مفت تقسم کیں بلکہ ہر نو وارد مصنف کی تشجیعات وتحسینات میں بڑا فیاضانہ کردار ادا کیا .... ع تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

ناحق چشم پوشی اور ناسپاسی ہوگی اگر استادمحترم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے فروغ علم وکتاب کے ذیل میں ان کے فرزند جلیل مخدوم زادۂ ذی قدر مولانا راشد الحق سمیع حقانی کے ذوق اشاعت ، شوق طباعت کتاب اور فروغ علم کا تذکرہ نہ کیا جائے ، مولانا راشد الحق سمیع حقانی ماہنامہ الحق کے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ نمبر (خصوصی اشاعت) چار جلدوں پر مشتمل ، تفسیر لاہوری دس جلدوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اپنے والد کے حوالے سے احقر کی تصانیف مولانا سمیع الحق حیات و خدمات اور '' ساعتے با اہل حق '' کے نسخے اپنی جیب خاص سے رقم نکال کر علماء ، مشائخ ، اساتذہ اور مستحق طلباء میں مفت تقسیم کئے جس طرح کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنے حین حیات اپنے والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے افادات وملفوظات پر مشتمل میری کتاب '' صحبتے با اہل حق '' کے کثیر نسخے ارباب علم میں تقسیم کرکے اپنے لیے اور اپنے عظیم والد کے لیے صدقہ جاریہ کا اہتمام کیا واُجرہم علی اللہ۔

سفرنامہ جاپان: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس

ضبط و ترتیب: مولانا اسامہ سمیع حقانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کا سفر جاپان

(قسط ۵)

سفر جاپان کے متعلق بہت ساری باتیں ہوئیں اب مزید سفرِ جاپان پر کچھ باتیں کرنا مناسب سمجھتا ہوں، جاپان میں دین کی نشرواشاعت کا کام بہترین انداز میں جاری ہے، دعوت وتبلیغ کے وہاں چھ بڑے بڑے مراکز قائم ہیں، ایک تبلیغی مرکز ''اچی نوواری'' علاقہ میں ہے، دوسرا مرکز صوبہ گما گن کے علاقہ ''اسکائی ماچی'' میں ہے، تیسرا مرکز صوبہ ''آیچی کن'' کے علاقہ ''ناگویا'' میں ہے اور چوتھا مرکز ٹوکیو کے قریب ایک علاقہ گوما ہے جس کا نام ''چی با'' ہے، پانچواں مرکز ''ابینا'' میں ہے، یہ ایک صوبہ ہے جس کو ''کاناگاوا'' کہا جاتا ہے، اس میں ایک شہر ہے جس کو ''ابینا'' کہاجاتا ہے اور چھٹا مرکز ٹوکیو شہر میں، یہ ایک بڑی مسجد ہے ''مدنی مسجد'' کے نام سے، اس میں تبلیغ والوں کا مرکز ہے لیکن سب سے بڑا مرکز جو ہے وہ ''اسکائی ماچی'' میں ہے، وہاں سے باقاعدہ کھلم کھلا تشکیلات ہوتی ہیں، کوئی پابندی نہیں ہے، پیدل جماعت اور عام جماعت بھی نکلتی ہے، سب چھ مراکز ہیں۔ بیرون ممالک پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش، افریقہ یا یورپ وغیرہ سے جو بڑے وہاں جاتے ہیں تو وہ اسی ''اسکائی ماچی'' کے مرکز میں ہی آتے ہیں، باقاعدہ بڑے آتے ہیں اور وہاں سے تشکیلات ہوتی ہیں، پیدل والوں کے بھی اور عام بھی اور مستورات بھی۔ ایک عجیب سلسلہ ہے، وہاں تو صرف پاکستانی نہیں ہوتے، پاکستان سے جو لوگ کام کی غرض سے وہاں گئے ہیں تو بہت سے بھائیوں کے ساتھ فیملیاں بھی ہیں، وہاں پر فیملی کے ساتھ رہتے ہیں تو مستورات اس میں لگی ہوتی ہیں اپنی دعوت وتبلیغ کرتی ہیں اور بعض ایسی جاپانی عورتیں جو مسلمان ہوئی ہیں تو بعض ان میں سے دعوت وتبلیغ سے منسلک ہوچکی ہوتی ہیں۔

اسی طرح بنگلہ دیش، سری لنکا اور دوسرے بہت سے ممالک کے لوگ وہاں ہوتے ہیں، جاپان ایک تجارتی ملک ہے اس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں تو باقاعدہ اس میں دعوت وتبلیغ

کیلئے مستورات کی جماعت چلتی ہے، ویسے تو ہمارے مسلمانوں کی ہر مسجد تبلیغ کیساتھ جڑی ہے، ہر مسجد پر سرکاری طور پر کوئی پابندی نہیں ہے اور ہر مسجد کا امام اور اس کے مقتدی تبلیغ والوں کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں، مجھے جس مسجد میں جاتا تھا جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا، اس مسجد میں دعوت کا سلسلہ تیزی سے جاری ہے، حاجی بشیر صاحب (جو ہمارے دوست ہیں اس مسجد کی کمیٹی کے بھی ممبر ہیں لوگوں کا بھی ان پر اعتماد ہے اور تبلیغ والے بھی ان کی بڑی قدر کرتے ہیں) بھی اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔

میرے بھائیو! وہاں پر جو لوگ ایک مرتبہ ایمان لے آئیں پھر وہ ایمان لانے کے بعد اس پر کاربند بھی رہتے ہیں، نہ صرف یہ کہ کوئی کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو گیا، مزید اس پر محنت کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ پھر اس کو ایمان سکھانا اس کو عقیدہ سکھانا، اس کو نماز سکھانا، اس کو روزہ سکھانا اور اس کو پورے کا پورا دین سکھانا اور اس کو حلال وحرام کی تمیز کرانا بھی اہم ذمہ داری ہے، یہ محنت و مساعی سب تبلیغی حضرات وہاں کرتے ہیں۔ آپ کو یہاں دعوت وتبلیغ والوں کی جدوجہد اور محنت کا پتہ نہیں چلتا، ابھی یہاں بہت سے لوگوں کو اگر گشت کا کہا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں، باہر ممالک میں جا کر دعوت کا کام کریں۔ آپ حضرات کو پتہ نہیں کہ باہر ممالک میں دعوت تبلیغ کا کتنا کام جاری ہے، یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے ہیں ان پر محنت کرنی ہوگی، ان کو کون سمجھائے گا، یہ جو مسلمان ہوئے ہیں انہوں نے جو صرف کلمہ پڑھا ہے ان کو دین کون سکھائے گا، حلال وحرام کون سکھائے گا؟ ان کو یہ کون سکھائے گا کہ اس کے ساتھ تمہارا نکاح حلال ہے اور اس کے ساتھ حرام ہے، یہ چیز کھاؤ گے اور یہ نہیں کھاؤ گے، ستر و پردہ کرو گے، نماز پڑھو گے، روزہ رکھو گے، زکوٰۃ دو گے، وضو کرو گے، یہ ان کو کون سکھائے گا؟ وہاں یہ سارا نظام تبلیغ والوں کے ہاتھ میں ہے، خوب زبردست محنت کر رہے ہیں، ان میں بعض ایسے بھی ہیں جن کا ایک سال بھی لگا ہوا ہے، اس مدنی مسجد کے جو امام ہیں ان کا تبلیغ میں ایک سال بھی لگا ہوا ہے، وہ لگے ہوتے ہیں محنت کرتے ہیں اور بعض تو ہمارے ایسے تبلیغ والے دوست بھی ہیں جو ایک دفعہ چلے گئے ہیں تو وہاں کے ہو کر رہ گئے ہیں، جس طرح یہاں پر پرانے ساتھیوں کا جوڑ ہوتا ہے، بڑے کہتے ہیں کہ پرانے ساتھیوں کو اکٹھا کر اور ان سے کام لو کہ یہ کیوں خاموش بیٹھے ہیں، اسی طرح وہاں بھی پرانے دوستوں پر محنت کی جاتی ہے، میں نے ان سے کہا ہے کہ خدا کے لئے آپ یہاں آئے ہیں اور آپ کا کاروبار ہے اور نوکریاں ہیں بیشک وہ بھی کریں لیکن صرف دنیا تو نہیں ہے نا آخرت بھی ہے۔ آپ یقین کریں جاپان میں لوگ اسلام کے لئے پیاسے بیٹھے ہیں، وہاں دین سکھانے والوں اور دین پہنچانے والوں کی کمی ہے،

وہاں کی زبان سیکھنی چاہیے، مجھے تو ان کی زبان نہیں آتی میں جب گیا تو انہی دوستوں نے میری ترجمانی کی ،وہاں کیسے لوگ جائیں؟ ویزہ لگانا مشکل ہے،کوئی آسان کام نہیں ہے، وہاں زندگی گزارنا بھی آسان کام نہیں ہے، وہاں بہت زیادہ مہنگائی ہے،اگر وہاں کی مہنگائی دیکھ لیں تو یہاں کی مہنگائی اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں مہنگائی ہے ،جاؤ وہاں جاپان کی مہنگائی دیکھو ایک ایک سیب آپ کو وہاں دو اور تین ہزار کا ملتا ہے،اتنی مہنگائی ہے،وہاں ہوٹل میں جب آپ معمولی سا کھانا کھائیں تو دس یا پندرہ ہزار سے کم بل نہیں بنتا، وہاں گاڑی یا ٹیکسی میں سفر کریں تو پانچ چھ سو یا ہزار پر وہ نہیں جاتے بلکہ وہاں بیس پچیس ہزار سے کم پر کوئی بات نہیں کرتا،ٹوکیو بازار میں ہم جارہے تھے تو ہم ایک عام ٹھیلے سے (وہاں ہاتھ گاڑی نہیں بلکہ ایک تختے پر سامان لگایا ہوتا ہے)وہاں سے ایک چھوٹا سا انگور کا خوشہ لیا کہ اس پر ایک بچے کا پیٹ بھی نہیں بھر سکتا تو اس کی قیمت وہاں کے چار ہزار روپے تھی یعنی پاکستانی آٹھ ہزار روپے۔ یہ ٹول پلازہ پر ہم جب تیس روپے ٹیکس دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ خوب مہنگائی ہوگئی ہے،تباہی ہوگئی ہے اور یہ ہوگیا اور وہ ہوگیا ہے، حقیقت میں یہ ہمارے لئے مہنگائی ہے کیونکہ ہمارے ملک کی اقتصادی حالت ٹھیک نہیں ہے، ہمارا پیسہ اس طرح مضبوط نہیں ہے لیکن وہاں آپ جب ٹول پلازے پر جاتے ہیں تو دو ہزار اور تین ہزار سے کم پیسے وہ نہیں لیتے اور وہ لوگ شوق سے ٹیکس دیتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ملک ہے ،یہ آباد ہوجائے یہ جو ٹیکس ہم دیتے ہیں یہ ہمیں واپس مل جاتا ہے اور یہ ہم پر ہی لگتا ہے، ہم لوگ ٹیکس دینے کے لئے کیوں آمادہ نہیں ہوتے ہم ٹیکس کیوں نہیں دیتے، اس لئے کہ ہمارا ٹیکس وہ بڑے لوگوں کی جیبوں میں جارہا ہے، ہمارا ٹیکس ہمارے بڑے ملک سے باہر لے جاتے ہیں اپنے لئے بنگلے اور محلات بناتے ہیں ہمارے ٹیکسوں پر اپنے لئے پلازے بناتے ہیں اور اپنے لئے باہر ملکوں میں جزیرے خریدتے ہیں اور پاکستان کے اندر بھی اس ٹیکس سے اپنے لئے پیسے مال جمع کرتے ہیں، اس لئے ہمارے لوگ ٹیکس نہیں دیتے، کہتے ہیں کہ پیسے ہمارے ہیں اور اس پر مزے کوئی اور کرے کیوں؟ میں آپ کو ایک عجیب بات بتاتا ہوں کہ وہاں دوستوں نے مجھ سے کہا کہ ہم سے ٹیکس جمع ہوتے ہیں، ہر چیز میں ٹیکس ہوتا ہے، بہت زیادہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اور یہ ٹیکس وہ ہر کسی سے لیتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں، ہر چیز پر ٹیکس ہے ،وہ خوشی سے ٹیکس دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے یہ خوشی کا باعث ہے ،یہ کیوں کہتے ہیں اسلئے کہ وہ ٹیکس حکومت کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور ایک کاغذ پر لکھا ہوتا اور اس ٹیکس سے ایک کروڑ پچاس لاکھ یا دو کروڑ روپے بنے ہوتے ہیں،وہ انہیں واپس کردیتے ہیں، اسلئے

کہ آپ نے ہمارے ملک میں کاروبار کیا، آپ نے ہمارے ملک کو خوبصورت بنایا، آپ نے ہمارے ملک کی معیشت کو مضبوط کیا، آپ نے ہمارے ساتھ کام کیا اور وہ ٹیکس جوان کے پاس جمع ہوتا ہے کسی کا ایک کروڑ کسی کا دو کروڑ اس ملک کی کرنسی کے مطابق تو وہ ہمیں واپس کر دیتے ہیں تو ہم اس لئے ٹیکس دینے پر خوش ہوتے ہیں کیونکہ ٹیکس کی شکل میں ہمارا پیسہ جمع ہو جاتا ہے تو ایسا ملک ہے جاپان۔

بھائیو! کچھ کمیاں، کوتاہیاں اور خامیاں بھی ہیں، وہ کمیاں اللہ تعالیٰ ان میں پوری کردے، ایک بڑی کمی ان میں یہ ہے کہ ایمان کے نور سے محروم ہیں، اپنے رب کے ساتھ وہ تعلق نہیں ہے جو تعلق ہمارا اپنے رب العالمین کے ساتھ ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان والا نسبت نہیں ہے قرآن پاک کے ساتھ ایمان والی نسبت نہیں ہے یہ بہت بڑی کمی ہے، ان میں اس کمی کے بہت بڑے منفی اثرات بھی ہیں تو میں اس پر بات کر رہا تھا جاپان میں دعوت تبلیغ کی سرگرمیوں پر تو تبلیغ والے حضرات جو یہاں سے چلے جاتے ہیں تو وہ وہاں مسلمانوں کو سنبھال لیتے ہیں وہ ان کے ساتھ جاتے ہیں اور گشت بھی کرتے ہیں باہر ملکوں سے جو حضرات جاتے ہیں وہ وہاں بھی لگے ہیں بہت محنت کر رہے ہیں، بہت زیادہ جاپانی تبلیغ والوں کی محنت کی وجہ سے مسلمان ہو گئے، میں نے وہاں اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھا، یہاں لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ والے کیا کام کرتے ہیں؟ یہ نہیں کہنا بالکل نہیں کہنا اگر قیامت کے دن ہم سے اللہ نے پوچھا کہ تم بھی تو کچھ نہیں کرتے تھے اور ایک بندہ اللہ کی راہ میں نکلا یا ایک مولوی اللہ کے راستے میں نکلا اور باہر ملک چلا گیا پاکستان کے اندر کسی کو وضو سکھایا، کسی کو نماز سکھائی تو تم کیوں رکاوٹ بنے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دو گے، یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں جاپانیوں پر کتنی بڑی محنت ہو رہی ہے اور جاپانیوں کے علاوہ ہمارے جو مسلمان بھائی ہیں اور وہ اپنے راستے سے بھٹکے ہوئے تو ان پر بھی وہاں محنت کی جارہی ہے، عورتوں اور بچوں پر بھی محنت جاری ہے، اگر یہ محنت نہیں کی جائے تو جتنے مسلمان وہاں ہیں تو وہ سب ننگے ہو جائیں گے اگر یہ محنت نہ ہو تو سب ان کے پیچھے جا رہے ہیں، اس محنت نے ان کو بچایا ہوا ہے اور مجھے وہاں جو بھی دوست ملتے تو وہ مجھے کہتے کہ ہم کیا کریں تو میں نے اپنے مسلمان بھائیوں پر بڑی محنت کی وہاں جتنے مسلمان تھے، اللہ کے فضل سے وہ وہاں میرے لئے جمع ہو جاتے، یہ میری تقریر سنتے، وہاں کے بچے، جوان جہاں میں جاتا تو وہ پہلے سے وہاں مسجد میں جمع ہو جاتے تھے، محبت کی وجہ سے، تین تین چار چار گھنٹے کے سفر کرنے کے بعد جمع ہو جاتے اتنی دور سے جیسا کہ چارسدہ سے لاہور تک فاصلہ طے کر کے آئے ہوں اور اتنا رش ہوتا ہے کہ مسجد میں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی، تو میں نے

ان لوگوں پر محنت کی کہ یہ لوگ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے تحت زندگی گزاریں اور ان کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے باہر نہ نکل جائے اور سنت کے مطابق زندگی گزاریں اور اس ملک میں ہمارا مذاق نہ بن جائے اور دین اسلام کا مذاق نہ بنائے کہ یہ تو مسلمان ہیں، میں ان کو کہتا ہوں اگر اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہو تو اس ملک میں اس معاشرے میں جو گندگیاں ہیں، خامیاں ہیں تو اس سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو تبلیغ کی چھتری کے تحت لے آؤ تو بچ جاؤ گے ورنہ مشکل ہے۔

اس کے علاوہ ان کے سکول کا عجیب سسٹم ہے یہاں تو بچے کا سکول ٹائم ہوگا اور کہے گا کہ نہیں جاتا ہوں، رو رہا ہوگا اور سکول چلا جائے تو واپس آنے کی جلدی ہوتی ہے وہاں چار پانچ سال کے بچے تو اسکول میں داخل کیا جاتا ہے، پرائمری سکول اور جس سکول میں اس چھوٹے بچے کو داخل کیا جاتا ہے اس سکول کا نام کیا ہے ’’تربیتی باغ رتربیتی گارڈن‘‘ بچے کی تربیت کا باغیچہ، سکول نہیں کہتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے بچے کی تربیت کا باغیچہ، اس میں بچے داخل کئے جاتے ہیں، تین سال تک بچے کو کتاب نہیں پڑھائی جاتی، سکول میں یہ نہیں سکھایا جاتا کہ یہ الف ہے اور یہ ب ہے یا A اور B نہیں سکھائی جاتی۔ تین سال تک یہ کے جی اور نرسری میں ان کی تربیت کی جاتی ہے، عجیب نظام ہے، اس بچے کو کیا تربیت دی جاتی ہے کہ بچے کپڑے کیسے پہنیں گے؟ بچے پیشاب جب کرلیں تو اپنے آپ کو صاف کس طرح کریں گے؟ بچے ہاتھ کس طرح دھوئیں گے؟ بچے کھانا کس طرح کھائیں گے؟ چائے کس طرح پیئں گے؟ بچے صبح کس وقت اٹھیں گے؟ اور رات کو کس وقت سوئیں گے؟ بچے ماں اور باپ کے ساتھ تمہاری کیسی زندگی ہوگی؟ ماں باپ کا خیال کس طرح رکھیں گے؟ بچے استاد کا کس طرح خیال رکھیں گے؟ بچے معاشرے میں کس طرح زندگی گزاریں گے؟ شوروغل نہیں کرو گے؟ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاؤ گے، یہ سب کچھ سکھایا جاتا ہے مکمل، تمہارے بچے کی تربیت کی جاتی ہے، یہاں ماں باپ اپنے بچے کو وہ نہیں سکھا سکتے، یہاں بچہ ماں باپ سے خود سیکھتا ہے، ماں باپ کو دیکھتا ہے اور وہ طریقے اختیار کرتا ہے، جو یہاں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ کپڑے بدل لو، بچے کو ماں سوئیٹر خود پہناتی ہے اور وہاں ماں صرف کہتی ہے چلو بیٹا! سوئیٹر پہن لو اور اگر غلط پہن لے تو پیار ومحبت سے پاس بلا کر کہتی ہے کہ اس طرح نہیں اس طرح پہنو اور اگر دوبارہ غلط پہن لے تو دوبارہ اس کو سب بچوں کے سامنے سمجھاتی ہے کہ اس طرح نہیں اس طرح پہنو، جوتا کس طرح پہنو گے، بچے تو اس کو سکھاتے کہ اس طرح پہنتے ہیں۔ (جاری ہے)

مولانا ڈاکٹر انیس الرحمٰن ندوی
جنرل سیکرٹری، فرقانیہ اکیڈمی وقف وایڈیٹر مجلہ تعمیر فکر، بنگلور

اسلام میں عورتوں کے حقوق کی سائنسی بنیادیں

بعض عائلی قوانین (عدت، تعدد ازدواج، رجم) کے تعلق سے

اسلام دین فطرت ہے، اسلام کے دین فطرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تمام تر تعلیمات ہماری اس عظیم کائنات میں روبہ عمل فطری اصولوں اورقوانین کے عین مطابق ہیں۔ اسلامی قوانین انسان کے فطری اور طبیعی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ اسلام کے شرعی قوانین کے مجموعے میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے جو اصول فطرت یا دوسرے الفاظ میں سائنسی قوانین اور مسلمات سے متصادم ہوتا ہو اور ان سے ٹکراتا ہو لہٰذا اسلامی قوانین کی اتباع میں نہ صرف انفرادی طور پر انسانی جسم اورروح کی صحت وسلامتی پوشیدہ اور مضمر ہے بلکہ مجموعی اعتبار سے پورے انسانی معاشرہ کی صلاح وفلاح بھی ان قوانین کی اتباع پر منحصر ہے۔مندرجہ ذیل آیت کریمہ فطرت وشریعت کے درمیان اس ربط وتعلق اور انسجام اور ہم آہنگی کو بخوبی ظاہر کرتی ہے: فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الروم: ۳۰) ''سوتم یکسو ہوکر دین کے سیدھے راستے پر چلے چلو، جو اللہ کی فطرت ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، خدا کی بنائی ہوئی خلقت (اور فطرت) میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

یہ آیت کریمہ ایک محیر العقول طریقہ سے فطرت وشریعت میں کامل مطابقت اور ہم آہنگی کو ظاہر کررہی ہے اور ان دونوں قسم کے قوانین کے انسانی جسم اور اس کی خلقت کے ساتھ ہم آہنگی کو واضح اور دوٹوک طور پر واضح کرتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دین اسلام (اسلامی شریعت)، فطرت اور انسانی تخلیق کے درمیان یک گونہ آہنگی کو واضح کرتی ہے کہ دین اسلام یا اسلامی شریعت کی اساس وبنیاد دراصل فطرت اور اس کے اصولوں پر رکھی گئی ہے اور انہی فطری اصولوں پر انسان کی تخلیق عمل

میں لائی گئی ہے۔ اس طرح شرعی قوانین اور فطری قوانین میں کسی بھی قسم کی بے ضابطگی پائی نہیں جاتی بلکہ ان میں کامل مطابقت پائی جاتی ہے اور فطرت وشریعت انسان کے فطری تقاضوں کو پورا کرتے ہیں لہٰذا آگے کہا جارہا ہے کہ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ یعنی اللہ کی خلقت میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی کا انسان متحمل نہیں ہوسکتا، نہ فطری اعتبار سے اور نہ شرعی اعتبار سے لہٰذا انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے انسان کی صلاح وفلاح فطری اور شرعی قوانین کی اتباع میں ہے۔

اسلام کے شرعی قوانین انسان کے انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو گھیرے ہوئے اور ان کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی پہلو اس سے مستغنی نہیں ہے، ہم یہاں مندرجہ ذیل سطور میں اسلامی قوانین کے بعض عائلی قوانین کو جدید سائنس کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں گے جن کا تعلق عورتوں کے حقوق سے ہے، ان میں بالخصوص عدت، تعدد ازدواج، رجم اور آزادانہ جنسی تعلقات کی ممانعت وغیرہ کے قوانین شامل ہیں، ان امور میں ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ اسلام نے اس ضمن میں مرد اور عورت کے لئے الگ الگ احکام کیوں صادر فرمائے ہیں؟ اسلام نے صرف عورت کے لئے عدت کیوں مشروع کی ہے؟ تعدد ازدواج کی اجازت صرف مردوں کو کیوں دی گئی ہے عورتوں کو کیوں نہیں؟ زنا اور بدکاری کی سزا (رجم) کیوں اتنی سخت رکھی گئی ہے وغیرہ لہٰذا ہم یہاں ان امور میں جدید سائنس کی روشنی میں اسلامی احکام وقوانین کی حکمت ومصلحت معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔

عورتوں کو عدت کے حکم کی حکمت

موجودہ دور میں عام طور پر اور آزادیٔ نسواں کی علمبردار تنظیموں کی جانب سے خاص طور پر یہ شور مچایا جاتا ہے کہ طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں صرف عورت ہی کو اسلام میں عدت کا حکم کیوں دیا گیا ہے، مرد کو کیوں نہیں؟ لہٰذا یہ عورت کے خلاف بھید بھاؤ اور نا انصافی ہے اور صنفی مساوات کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ایک جدید سائنسی تحقیق سامنے آئی ہے جس سے اس سلسلے میں اسلام کے حکیمانہ قوانین کی معنویت ومصداقیت پر روشنی پڑتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا علمی وسائنسی اعجاز بھی سامنے آتا ہے، یہ تحقیق ڈاکٹر جمال الدین ابراہیم کی سربراہی میں کیلیفورنیا یونیورسٹی، امریکہ کے محققین کی ایک ٹیم کی طرف سے کی گئی، اس تحقیق سے عورتوں کے لئے ۱۲۰ ؍دنوں کی عدت سے متعلق قرآن اور اسلامی شرعی قوانین کو سائنسی اور قانونی جواز فراہم ہوتا ہے۔

ان کی تحقیق کے مطابق خواتین کے مدافعتی نظام پر کی گئی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے

مدافعتی نظام کی ایک جینیاتی یادداشت ہوتی ہے جوخواتین کے جسم میں داخل ہونے والی اجنبی اشیاء کو پہچانتی ہے اور اس کی جینیاتی خصوصیات کو ذخیرہ کرتی ہے، یہاں نوٹ کرنے کی بات خلیہ ہے، خواتین کے تولیدی نظام میں خلیہ ۱۲۰ دن تک زندہ رہتا ہے، انہوں نے یہ بھی زور دے کر کہا کہ اگر عورتوں کے تولیدی نظام میں داخل ہونے والے اجنبی مادوں میں تبدیلی آتی ہے، جیسا کہ اس مدت (عدت کی مدت) سے پہلے نطفہ میں، تو مدافعتی نظام میں خلل پیدا ہوگا اور مہلک کینسر کا خطرہ لاحق ہو گا، ڈاکٹر جمال الدین ابراہیم نے یہ بھی وضاحت کی کہ یہ عنق رحم کے سرطان (سروائیکل کینسر) اور چھاتی کی سرطان (بریسٹ کینسر) کا سبب بنتا ہے۔ یہ کینسر عام طور پر ان خواتین میں رونما ہوتا ہے جو ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر جمال الدین ابراہیم نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خصوصی خلیے ۱۲۰ دنوں تک جینیات (genetics) کو برقرار رکھتے ہیں لہٰذا اگر اس مدت کے دوران شادی کا رشتہ قائم ہوا اور حمل ٹھہر جائے تو اس سے پہلے اور دوسرے شوہر سے جنین میں نطفہ کی کچھ جینیاتی خصلتیں در آئیں گی، اس سلسلے میں ایک اور محقق اور ماہر جینیات روبرٹ گیلہم (Robert Guilhem) کی تحقیق کے مطابق کسی مرد اور عورت کے درمیان جنسی تعلقات قائم ہونے کی صورت میں مرد کا ٹریک ریکارڈ عورت کے تولیدی نظام میں محفوظ ہوجاتا ہے اگر مرد اور عورت میں دوبارہ جنسی تعلق قائم نہیں ہوتا ہے تو ہر ماہ یہ ٹریک رکارڈ ۲۵ تا ۳۰ فیصد غائب ہوجاتا ہے، اس طرح تین ماہ کے بعد یہ ٹریک ریکارڈ مکمل طور پر عورت کے تولیدی نظام سے خالی ہوجاتا ہے اور یہ عورت تین ماہ کے بعد دوبارہ دوسرے مرد سے بغیر کسی خطرے کے جنسی تعلق قائم کرنے کی اہل ہوجاتی ہے۔ یہاں پر ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ روبرٹ گیلہیم ایک یہودی تھے اور جب انہیں اسلام میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا کی عدت کی مشروعیت کے متعلق معلوم ہوا تو انہوں نے اسلام کے ایک برحق دین ہونے کا اقرار کرتے ہوئے اسلام قبول کرلیا۔ روبرٹ گیلہم نے امریکہ میں آباد مختلف قومیتوں کی عورتوں کو بنیاد بنا کر ان پر عائلی تحقیقات بھی کیں جن سے انہوں نے یہ نتائج بھی اخذ کئے کہ امریکہ میں مقیم مسلمان عورتوں میں آزادانہ جنسی تعلقات کا رواج انتہائی کم ہے جبکہ یہاں مقیم دوسرے مذاہب اور قومیتوں کی عورتوں میں اس کا رواج زیادہ پایا جاتا ہے۔

بہرحال! ان تحقیقات سے واضح ہوگیا کہ اسلام میں مرد کی وفات یا طلاق کی صورت میں عورت پر عدت کو کیوں ضروری قرار دیا گیا ہے لہٰذا عدت کی سب سے بڑی اور اہم حکمت یہ ہے کہ اس کا مقصد اولاً عورت کے اندر موجود سابقہ شوہر کے جینیاتی مواد اور خصلتوں کی پاکی مقصود ہے جس

کے بعد وہ عورت کسی دوسرے مرد کے ساتھ جنسی روابط قائم کرنے کی اہل ہوگی۔ بصورت دیگر اس سے نہ صرف یہ کہ عورت کو کینسر اور دوسرے بیشمار موذی امراض کا خطرہ لاحق ہوگا بلکہ اس متاثرہ عورت سے جنسی رابطہ میں آنے والا شخص بھی ان امراض سے متاثر ہوگا اور یہ مہلک بیماری اس کے ذریعہ معاشرہ میں دوسروں تک پھیلنے کا سبب بنے گی۔

عورتوں کو تعدد ازدواج کی ممانعت کی حکمت

آزادیٔ نسواں اور نسوانی تحریکوں کی جانب سے عام طور پر ایک اور بڑا اشکال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام میں صرف مردوں کو تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے عورتوں کو نہیں، جبکہ اس سلسلے میں ان دونوں کو مساویانہ حقوق ملنے چاہئیں، یہ ان کی نظر میں صنفی عدل و مساوات کے منافی ہے لہٰذا مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو دونوں کو تعدد ازدواج کی اجازت دی جائے یا دونوں کو اس سے روک دیا جائے، جہاں تک مرد کو تعدد ازدواج کی اجازت دینے کا تعلق ہے تو وہ اس کو مختلف قسم کی سماجی ضروریات کے تحت اسے یہ اجازت دی گئی ہے، جو ایک الگ موضوع ہے مگر یہاں سوال عورتوں کو تعدد ازدواج کی اجازت نہ دینے کا ہے کہ اس کے پیچھے کیا حکمت و مصلحت کارفرما ہے، لہٰذا جدید سائنسی نقطہ نظر سے اس کی حکمت و مصلحت بھی وہی معلوم ہوتی ہے جو عورت کی عدت کے سلسلے میں اوپر بیان کی گئی ہے یعنی کہ عورت کے لئے یہ ایک فطری اصول ہے کہ عورت بیک وقت ایک سے زائد مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم نہیں کرسکتی، اس لئے کہ جیسا کہ اوپر ڈاکٹر جمال الدین ابراہیم اور روبرٹ گیلہم کی تحقیقات میں بتایا گیا کہ اگر عورت بیک وقت ایک سے زائد مردوں سے جنسی تعلقات قائم رکھتی ہے تو اس صورت میں عورت کے جسم میں دو یا اس سے زائد اجنبی جینیاتی مادے جمع ہوں گے جس کی وجہ سے ایک طرف عورت کا مدافعتی نظام متاثر ہوکر کمزور ہوگا تو دوسری طرف یہ اس عورت میں عنق رحم کے سرطان (سروائیکل کینسر) اور چھاتی کے سرطان (بریسٹ کینسر) کا سبب بھی بنے گا اور پھر یہ کینسر عورت سے مرد میں منتقل ہوکر بتدریج معاشرہ میں پھیلتا جائے گا لہٰذا اگر عورت کسی ایک مرد سے ازدواجی بندھن میں رہتے ہوئے کسی دوسرے مرد سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اس کیلئے سب سے محفوظ طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ اپنے موجودہ شریک حیات سے علیحدگی اختیار کرے پھر تین مہینے (یا تین حیض) کی عدت گزارے اور پھر جس کے ساتھ چاہے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو، یہی اسلامی شریعت کا قانون ہے اور یہی قانون فطرت ہے جسے آج جدید سائنس بخوبی ثابت کررہی ہے۔

زنا کے لئے سخت ترین سزا (سنگساری) تجویز کئے جانے کی حکمت

مندرجہ بالا تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اخلاقی اعتبار سے ایک پاک وصاف اور

صحی وطبی اعتبار سے ایک صحتمند معاشرہ کی تشکیل کے لئے مرد اور عورت کے درمیان جنسی تعلقات فطری اصولوں کے تحت استوار ہوں۔ اس سلسلے میں شریعت اور فطرت دونوں کے سُر یہاں آپس میں مل رہے ہیں لہٰذا اگر ایسا نہ ہوا تو پھر اس کا خمیازہ کینسر اور ایڈس جیسی مہلک بیماریوں کے پھیلاؤ کی شکل میں پورے انسانی معاشرہ کو بھگتنا پڑ سکتا ہے، جیسا کہ آج دیکھا جاسکتا ہے کہ دنیا میں آزادانہ جنسی تعلقات کے پھیلاؤ کی وجہ سے ایسے مہلک امراض تیزی سے پھیل رہے ہیں، لہٰذا اسلام نے جہاں مرد اور عورت کے درمیان صحتمند جنسی تعلقات کی استوار کے لئے شرائط (مطلقہ ومتوفی عنہا زوجہا کی عدت، عورت کا بیک وقت متعدد مردوں سے جنسی تعلقات کی ممانعت وغیرہ) رکھی ہیں وہیں ان قوانین کی خلاف ورزی کر کے زنا اور بدکرداری کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے رجم یا سنگساری جیسی سخت ترین سزا تجویز کی ہے لہٰذا اسلام میں زنا اور بدکرداری کے لئے سنگساری جیسی سخت ترین سزا تجویز کئے جانے کی مصلحت یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اس سے ایک طرف اس سماجی بیماری کو پھیلنے اور ناسور بننے سے روکا جائے تو دوسری طرف اس اخلاقی ومعاشرتی بیماری کا ارتکاب کرنے اور اسے پھیلانے والوں کو ایسا نشانِ عبرت بنایا جائے کہ پھر کوئی ایسا گھناؤنے عمل کا ارتکاب کرنے کی کوشش نہ کر سکے۔ بصورتِ دیگر انسانی معاشرہ اور سوسائٹی کو سنگین قسم کے خطرات لاحق ہوجائیں گے لہٰذا آج انسانی معاشرہ میں آزادانہ جنسی تعلقات کے عام رواج سے دنیا کو انتہائی سنگین قسم کے اخلاقی اور طبی مسائل کا سامنا ہے۔اس کا ایک مختصر جائزہ آگے ملاحظہ ہو۔

آزادانہ جنسی تعلقات ایڈ اور کینسر جیسے موذی امراض کا باعث

آج دنیا کو کینسر جیسی جان لیوا بیماری سے انتہائی تباہ کن اور مہیب قسم کے خطرات لاحق ہیں۔ یہ بیماری انتہائی تیزی سے دنیا میں پھیل رہی ہے، کینسر کے عالمی ادارے ''ورلڈ کینسر ریسرچ فنڈ انٹرنیشنل'' کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا میں ہر سال تقریباً ۲ کروڑ کینسر کے نئے معاملے سامنے آرہے ہیں اور کنسر سے مرنے والوں کی تعداد سالانہ ایک کروڑ سے زائد ہے۔ ماہرین کا ماننا ہے کہ اگلے سالوں میں کینسر سے متاثرین کی تعداد میں سالانہ مزید کئی کروڑ کا اضافہ ہوسکتا ہے، دنیا میں کینسر جیسی موذی اور جان لیوا بیماری کے پھیلاؤ کا سب سے اہم سبب مردوں اور عورتوں میں آزادانہ جنسی تعلقات کا پھیلاؤ ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دنیا میں کینسر جیسی موذی بیماری کا بڑے پیمانے پر پھیلاؤ پچھلی چند دہائیوں میں ہوا ہے جب سے مختلف ممالک میں آزادانہ جنسی تعلقات کے قیام کو قانونی حیثیت دے کر اسے رواج اور فروغ دیا جانے لگا، اس کے بہت سارے شواہد موجود

ہیں، اس کی مختصر تفصیل درجہ ذیل سطور میں فراہم کی جارہی ہے۔

اس سلسلے میں ہارورڈ یونیورسٹی کی ایک نئی تحقیق سامنے آئی ہے جو انگلینڈ میں کی گئی، اس میں بتایا گیا ہے کہ کسی فرد کے جتنے زیادہ جنسی شراکت دار ہونگے اسے کینسر کا اتنا ہی زیادہ خطرہ لاحق ہوگا، ہارورڈ یونیورسٹی کی یہ تحقیق ایک طبی سروے پر مشتمل ہے جو ۲۵۰۰ مردوں اور ۳۲۰۰ عورتوں پر کیا گیا۔ اس سروے میں پچاس سال سے زائد عمر کے افراد کو شامل کیا گیا تھا، اس تحقیق میں ہر فرد سے اس کی زندگی کے دوران جنسی شراکت داروں کی کل تعداد کے بارے میں سروے کیا گیا تھا پھر ان معلومات کا موازنہ کئی طبی حالتوں سے کیا گیا جو ان میں پیدا ہوئی تھیں، جیسے کینسر، دل کی بیماری اور فالج وغیرہ۔ اس سروے کے جو نتائج سامنے آئے وہ حیران کرنے والے تھے، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

☆ وہ مرد جنہوں نے کہا کہ ان کی زندگی میں ۱۰ یا اس سے زائد جنسی شراکت دار تھے ان کو کینسر لاحق ہونے کا امکان تقریبا ۷۰ فیصد کے قریب پایا گیا ہے، ان افراد کے مقابلے میں جنہوں نے اپنی زندگیوں میں جنسی شراکت دار نہیں رکھا یا صرف ایک جنسی شراکت دار سے تعلق رکھے ہیں۔

☆ خواتین میں یہ نتائج اور زیادہ ڈرامائی تھے۔ وہ خواتین جن کا کہنا تھا کہ ان کی زندگی میں ۱۰ یا اس سے زائد جنسی شراکت دار تھے ان کو کینسر لاحق ہونے کا امکان تقریباً ۹۱ فیصد کے قریب پایا گیا ان خواتین کے مقابلے میں جنہوں نے اپنی زندگیوں میں جنسی شراکت دار نہیں رکھے یا صرف ایک جنسی شراکت دار سے تعلق رکھا۔

واشنگٹن پوسٹ میں شائع بین الاقوامی محققین کی ایک رپورٹ جو اسپین میں خواتین پر کئے گئے ایک سروے پر مشتمل ہے، اس کے مطابق ایک شخص جس کے متعدد عورتیں سے جنسی تعلقات ہوں وہ شخص اپنی گھریلو بیوی کو عنق رحم (CERVICAL) کینسر لاحق کرواسکتا ہے، اس طرح کے کینسر سے نہ صرف مرد اور عورت کے متاثر ہونے کا خدشہ رہتا ہے بلکہ یہ کینسر حمل یا بچہ کی پیدائش کے وقت ان کے بچوں کو بھی منتقل ہوسکتا ہے، اس طرح کینسر کا یہ خطرہ صرف مرد اور عورت تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ اس سے پورا گھرانہ اور خاندان متاثر ہوگا، اس تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بعض لاعلاج بیماریاں جیسے ایڈس، جینیاتی ہرپس، ہیپاٹائٹس بی وغیرہ بیماریاں راست طور پر عنق رحم کے کینسر سے مربوط ہیں، سالانہ صرف امریکہ میں کروڑوں افراد ان جنسی بیماریوں میں مبتلا ہورہے ہیں، جنسی طور پر منتقل ہونے والی بیماریوں پر واشنگٹن پوسٹ کی یہ پوری رپورٹ ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔

دنیا بھر میں سالانہ کروڑوں افراد مختلف قسم کے کینسر کی بیماریوں میں مبتلا ہورہے ہیں، اور ان کی ایک معتد بہ تعداد اس بیماری سے زندگی کی جنگ ہار رہی ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق سالانہ ۲ کروڑ سے زیادہ افراد کینسر کے مہلک مرض میں مبتلا ہورہے ہیں اور تقریبا ایک کروڑ افراد سالانہ اس مرض میں مبتلا ہوکر اپنی جانیں گوا رہے ہیں اور یہ بیماری ہر نئے سال اپنے پھیلاؤ میں ہر پچھلے سال کا رکارڈ توڑ رہی ہے۔صرف ہندستان میں سالانہ ۱۵ لاکھ افراد کینسر میں مبتلا ہورہے ہیں۔آج کینسر دنیا میں دوسری سب سے بڑی جان لیوا بیماری کی شکل اختیار کرچکی ہے۔کینسر کی بیماری اگرچہ بہت پہلے سے دنیا میں موجود ہے مگر پچھلی چار پانچ دہائیوں میں یہ بیماری بے انتہاء تیزی سے دنیا میں پھیلی ہے۔ اس کے پیچھے جہاں اور بھی اسباب کارفرما ہیں وہیں اس کا سب سے بڑا سبب غیر فطری اور غیر محفوظ طریقے سے جنسی روابط قائم کرنا ہے جس کی تفصیل اوپر بیان کی جاچکی ہے۔لہٰذا دنیا میں مختلف قسم کے کینسر کے امراض کا پھیلاؤ دنیا میں آزادانہ جنسی تعلقات کے پھیلاؤ کے شانہ بشانہ ہوا ہے اور ہورہا ہے،آج دنیا بھر میں ایسی ادارے اور تنظیمیں کام کررہی ہیں جو حکومتوں پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈال کر اس شنیع عمل کو قانونی جواز فراہم کرنے پر مصر نظر آرہی ہیں جن کا واحد مقصد انسانیت کو قعر مذلت میں ڈھکیلنے کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

نسوانی تحریکوں اور صنفی مساوات کے بے سود نعرے

یہاں ایک اور بات جو اہمیت کی حامل ہے وہ یہ کہ آج کل آزادی نسواں اور صنفی مساوات کے نام پر جو تحریکیں چلائی جارہی ہیں اور پُر فریب نعرے لگائے جارہے ہیں، جدید سائنس تحقیقات کی روشنی میں ان کی اہمیت ڈھول کے پول سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ ان کے یہ تمام نعرے شریعت اسلامی ہی سے متصادم نہیں ہیں بلکہ خود فطرت اور فطری اصولوں کے بھی منافی ہیں،ان کی جانب سے جو سب سے بڑا اور پُر فریب نعرہ لگایا جاتا ہے وہ صنفی مساوات کا ہے کہ اگر مرد کو تعدد ازدواج کی اجازت ہے تو پھر عورت کو بھی ہونی چاہئے۔اسی طرح صرف عورت کے لئے عدت کے حکم کو بھی صنفی مساوات کے منافی مانا گیا ہے۔اب جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے کہ ان مسائل میں صنفی مساوات کا نعرہ بالکل بے سود ہے کیونکہ اگر عورتوں کو مرد ہی کی طرح تعدد ازدواج کی اجازت دے دی جائے یا عورت کو عدت سے روک دیا جائے تو اس سے ایسے خطرناک مسائل پیدا ہوں گے جو نہ صرف مرد اور عورت کے لئے خطرہ کا باعث ہوں گے بلکہ اس کے مضر اور تباہ کن اثرات بتدریج پورے معاشرہ اور سوسائٹی پر مرتب ہوں گے،لہٰذا جدید سائنس نے ان صنفی مساوات اور نسوانی

تحریکوں کی قلعی بھی کھول کر رکھ دی ہے، واقعہ یہ ہے کہ آج ان نسوانی تحریکوں اور پُر فریب نعروں نے انسانیت کو تباہی کے ایسے دلدل میں ڈھکیل دیا ہے جہاں سے ایک بڑا انقلاب ہی اس کو بچا سکتا ہے۔

اسلامی قانون کا اعجاز

آج دنیا مختلف قسم کے مہیب اور خوفناک قسم کے سماجی مسائل ومصائب سے دوچار ہے، جس کا کوئی حل آج کے دانشوروں کے پاس موجود نہیں ہے۔ آج اگر ان تمام مصائب ومشکلات کا حل کسی کے پاس موجود ہے تو وہ اسلام ہے۔ اسلام ان انسانی مسائل ومصائب کا ایک جامع حل پیش کرتا ہے لہٰذا کسی مرد اور عورت کے ایک سے زائد افراد کے ساتھ جنسی تعلقات کی استواری کے سلسلے میں اسلام نے جو احکامات اور فرامین آج سے چودہ سو سال قبل صادر کئے ہیں ان میں آج انسانیت کی کامیابی اور بقا مضمر ہے۔ آج جدید سائنس اس کی بھرپور تائید وتصدیق کرتی ہوئی نظر آرہی ہے، اس طرح جدید سائنس نے نکاح، طلاق، عدت، مرد کے لئے تعدد ازدواج کی اجازت، عورت کیلئے اس کی ممانعت، ان قوانین کی حکم عدولی کرنے والوں کیلئے سنگساری جیسی سخت ترین سزا کے ضرورت واہمیت پر علمی وسائنسی دلائل فراہم کردئے ہیں لہٰذا موجودہ دور میں جدید سائنس کی ترقی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شریعت (قرآن وحدیث) اور فطرت (سائنس) گویا ایک سُر اور ایک زبان ہوگئے ہیں لہٰذا آج جدید سائنس اسلامی قانون کے علمی وسائنسی اعجاز کو مبرہن کرتے ہوئے اسلام کی ابدیت اور عالمگیریت کی تصدیق وتائید کرتی نظر آرہی ہے لہٰذا آج ضرورت اس بات کی ہے کہ یونیورسٹیز اور جامعات میں اسلامی قانون کو بنیاد بنا کر مختلف میدانوں میں اس طرح کی مزید تحقیقات کروائی جائیں اور فطرت وشریعت کے درمیان باہم توافق وہم آہنگی کے پہلوؤں کو اجاگر کرکے بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے راہ نجات کو آشکارہ یا جائے۔

حوالہ جات

(۱) قرآن مجید (۲) صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ۔
(۳) صحیح مسلم، مسلم بن حجاج قشیری، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
(۴) الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، عبدالرحمٰن بن محمد عوض الجزیری، دار الکتب العلمیۃ، لبنان، ۲۰۰۳ء۔
(۵) اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں، علامہ محمد شہاب الدین ندویؒ، فرقانیہ اکیڈمی، بنگلور
(۶) واشنگٹن پوسٹ، https://www.washingtonpost.com
(۷) https://www.alukah.net/ (۸) ہارورڈ یونیورسٹی، https://www.health.harvard.edu/b
(۹) https://steemit.com/ (۱۰) https://ecency.com/cleanest-women/

مفتی ذاکر حسن نعمانی
مدرس تخصصات جامعہ حقانیہ

تصویری فتنے

اپنی مراد، غرض اور مقصد سے دوسروں کو آگاہ کرنے کے لیے متکلم، مبلغ، محرر (لکھنے والا) اور مخاطب میں عقل اور فہم کی ضرورت ہوتی ہے پھر افہام و تفہیم کے الگ الگ طریقے اور انداز ہوتے ہیں، کبھی زبان سے کام لیا جاتا ہے، کبھی قلم سے، کبھی اشاروں سے، سب سے مؤثر طریقہ زبانی ہے یعنی زبانی سمجھانا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے علمه البيان بطور احسان و امتنان زبانی بیان کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے خطیب اور لکھاری موجود ہیں، اپنی اپنی تقریروں، گفتگو اور تحریروں سے لوگوں کے سامنے اپنا اظہار مافی الضمیر کرتے ہیں، چنانچہ دنیا بھر کے دینی، دنیوی تعلیمی اداروں میں تقریر و تحریر کا رواج ہے۔

نقشہ، تصویر کی ضرورت

کسی مقصد اور غرض کے افہام و تفہیم کے لیے کبھی تصویر اور نقشہ کی ضرورت پڑتی ہے، جن کے بغیر مخاطب کے ذہن میں بات صحیح طور پر نہیں بیٹھتی چنانچہ گونگوں کی پوری تعلیم و تربیت مخصوص اور بامعنی اشاروں پر موقوف ہے، امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے، من اجاب الفتيا باشارة اليد والرأس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ماالهرج؟ فقال :هكذا بيده، فحرّفها كأنه يريدالقتل حرج کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہاتھ کو ٹیڑھا کیا گویا آپ قتل مراد لے رہے تھے، ایک دفعہ صراط مستقیم کو اور اس سے انحراف کو سمجھانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر لکیریں کھینچی۔ اس سے نقشہ اور ڈائیگرام سے سمجھانا ثابت ہوا۔

عملی تعلیم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بہت سی باتیں اپنے عمل سے سکھائی ہیں۔ مثلاً وضو، نماز کے اوقات، نماز کا طریقہ اور حج وغیرہ، وضو کر کے دکھایا، تیمّم کر کے دکھایا، نماز پڑھ کر دکھائی، فرمایا

صلوا كما رأيتمونى مجھے دیکھ کر نماز پڑھو، خذو عنى مناسككم مجھ سے حج کے احکامات حاصل کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کو کوے سے عملاً مردہ دفن کرنے کا طریقہ بتلایا، بچوں کو تصاویر سے پڑھائی میں زیادہ ضرورت پڑتی ہے، بچے محسوسات کو سمجھتے ہیں ،معقولی باتیں اور معنوی امور کو نہیں سمجھتے ۔اس لیے غیر جاندار چیزوں کی تصاویر سے ان کو سمجھانا چاہیے۔

زبان کی اہمیت

زبان کی اہمیت بہت واضح ہے۔جن ممالک اور جگہوں کی زبان کوئی نہیں جانتا وہاں آدمی گونگا بن جاتا ہے، اشاروں سے کام لیتا ہے،کبھی ترجمان تلاش کرتا ہے۔ مادری زبان کے سیکھنے کی تو کوئی ضرورت نہیں ہوتی البتہ دوسری زبانیں باہمی افہام وتفہیم اور تبادلہ خیالات کیلئے سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، گویا زبان تبادلہ خیال اور انتقال علم کا آلہ ہے۔اصل چیز انتقال فن اور علم ہے، اس انتقال علم میں جاندار کی تصویر سے حتی الوسع بچنا ضروری ہے، کفار تو کسی شرعی حکم کے مکلّف نہیں اور نہ ان میں شرم وحیا ہے، اس لیے شرعی یا اخلاقی پابندی کو قبول نہیں کرتے البتہ قانونی پابندی کو قبول کرتے ہیں،ان کے اکثر قوانین میں عوامی رائے کی پابندی ہوتی ہے۔ مذہب اور اخلاقیات کی بہت کم پابندی ہے بلکہ اب تو خود کو سیکولر بھی کہتے ہیں اور سیکولرازم کی طرف بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں جس کسی میں شرم وحیا نہ رہے تو اس کے لیے تصویر بنانا یا شائع کرنا کوئی خاص بات نہیں ہوتی ۔ ہاں اگر عوام احتجاج کریں تو حکومت پھر سوچتی ہے کہ اب کیا کرنا چاہیے، کفار اگر تصاویر مختلف مقاصد کیلئے استعمال کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان بھی ان کی تقلید کریں، کفار تو اسلام اور اپنے مذہب سے آزاد ہیں،لیکن مسلمان تو شرعی احکامات کے پابند ہیں۔

جاندار کی تصویر

کسی جاندار کی تصویر بنانا یا شائع کرنا شرعاً ممنوع ہے،ضرورت کی بنا پر بقدرضرورت تصویر جائز ہے، مثلاً صرف چہرے کی تصویر سے کام چل سکتا ہے،شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر ایسی جگہوں میں جہاں جعل سازیوں کا زیادہ احتمال ہو وہاں جائز ہے،نوٹ پر تصویر اور اس کا پھرانا عوام کی مجبوری ہے لیکن ریاست کے متولی (حکمران) اس کے ذمہ دار ہیں۔نوٹ پر تصویر میں کسی قسم کی مجبوری نہیں، کفار کے نوٹوں پر تصاویر ہیں تو مسلم ممالک کے نوٹوں پر کبھی حکومت (حکمران) مختلف تاریخی شخصیات کی تصاویر چھاپتے ہیں،نوٹ کی تصاویر اتنی عام ہو چکی ہیں کہ نوٹ اور تصویر لازم ملزوم نظر آتے ہیں، اس کا گناہ ریاست کے حکمرانون پر ہے۔

تصویری فتنے

ہم نے الیکشن کا وہ زمانہ دیکھا ہے کہ سیکولر پارٹیوں اور ان کے سیکولر لیڈروں کے بھی انتخابی پوسٹر پر تصویر نہیں ہوتی تھی، صرف نام اور انتخابی نشان ہوتا تھا۔ انتخابی نشان بے جان چیز کی تصویر ہوتی تھی لیکن اب لیڈر مذہبی ہو یا مسلمان سیکولر لیڈر ہو، بغیر تصویر کے اپنا پوسٹر شائع نہیں کرتے حالانکہ تصویر کی سرے سے ضرورت ہی نہیں، نام اور انتخابی نشان کافی ہے کیونکہ لوگ پارٹی اور نشان کو ووٹ دیتے ہیں، مہر بھی انتخابی نشان پر لگاتے ہیں، ان پڑھ لوگ تو لیڈر کا نام بھی نہیں پڑھ سکتے صرف نشان دیکھتے ہیں اور نشان پر مہر لگاتے ہیں ۔ مہر والی پرچی پر امیدوار کی تصویر بھی نہیں ہوتی، کبھی تصویر کی پہچان بھی مشکل ہوجاتی ہے، اس لیے مذہبی پارٹی کے لیڈروں کو چاہیے کہ اپنے پوسٹروں پر اپنی تصاویر شائع نہ کریں، پارٹی والوں کو چاہیے کہ انتخابی نشان بھی کسی جاندار کا نہ ہو، کیونکہ جب انتخابی نشان کسی جاندار کا ہوگا تو اس کی تصویر شائع کریں گے، جو گناہ ہے۔

اشتہاری تصاویر

تصویری اشتہارات کا فتنہ بہت عام ہو چکا ہے، ہر بازار، ہر چوک، ہر جگہ اور ہر بڑی جگہ شاہراہ پر بے حیا عورتوں کی ننگی اور بے حیا تصاویر لگی ہوتی ہیں، چند بے حیا عورتوں نے شریف اور حیادار عورتوں کے تقدس اور عزت کا جنازہ نکال دیا ہے، ہر عورت کو لوگ بکاؤ مال سمجھتے ہیں، کسی سڑک یا راستے میں کسی ضرورت سے کوئی شریف عورت برقعہ اور پردہ میں تھوڑی دیر کے لیے کھڑی نہیں ہوسکتی، راہ گیران کو ہوس بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں ۔سوشل میڈیا اور موبائل نے تو عورتوں کو خوب بے حیا کردیا ہے، ماڈلنگ اس وقت بڑا چمکتا ہوا کاروبار اور کمائی کا ذریعہ ہے حالانکہ ماڈلنگ کی کمائی حرام ہے، شریف اور تعلیم یافتہ عورتوں کو چاہیے کہ اپنی صنف کے تقدس اور عزت کی بحالی کے لیے شرعی حدود میں رہ کر احتجاج کریں ۔ مردوں کے احتجاج کو یہ بے حیا عورتیں اپنا حق تلفی سمجھتی ہیں، جب کہ حیوانی اور غیر اخلاقی زندگی کو اپنا حق سمجھتی ہیں، مردوں کو اس حق کے حصول میں رکاوٹ سمجھتی ہیں، حکومت ایسے اشتہارات پر پابندی لگا سکتی ہے، ایسے گندے اور بے حیا اشتہارات کیلئے جگہ اور سائن بورڈ مہیا کرنے والوں کی کمائی بھی گناہ اور حرام ہے، اسی طرح عورتوں کے تصویری اشتہار پرنٹ میڈیا یا الیکٹرانک میڈیا میں دیکھنا گناہ اور ممنوع ہیں، زندہ عورت کی طرف دیکھنے سے تو کبھی مرد اور عورت ایک دوسرے سے شرما جاتے ہیں جس کی وجہ سے چہرہ پھیر دیتے ہیں لیکن عورتوں کی گندی اور بے حیا یا عام تصویروں کو دیکھنے سے کوئی بھی نہیں شرماتا، صرف اللہ تعالیٰ سے شرم کرنی چاہیے۔

شخصیات کی تصاویر

دنیا کی تاریخ میں کچھ تاریخی شخصیات گزری ہیں، جن میں بعض بڑی مقدس شخصیات گزری ہیں، مثلاً انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، اولیاء کرامؒ، ان کی زندگیوں میں تصاویر بنانا ممکن تھیں لیکن چونکہ شخصیت پرستی اور بت پرستی کا خطرہ تھا، جس کی وجہ سے توحید کو نقصان پہنچتا تھا اس لیے اسلام نے بت سازی اور مصوری کو منع کر دیا۔ جتنے بت ہیں وہ سب انسانی شکل میں ہیں، اگر بت اور تصویر کسی مقدس شخصیت کی ہو تو لوگ اس کے عقیدت مند بن کر پوجا پاٹ شروع کر دیتے ہیں۔ دنیا میں اس وقت بہت سے بت پرست موجود ہیں، بتوں کی یا تصویروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں، مسلمانوں نے بھی علماء کرام کی تصاویر موبائل وغیرہ میں محفوظ کر لی ہیں بلکہ بڑے بڑے اکابر علماء کی تصویریں بکتی ہیں، لوگ خریدتے ہیں، اور اپنے ساتھ محفوظ کر لی ہیں، کبھی کبھی اس کی زیارت کرتے ہیں، خدا نہ کرے ایک وقت آجائے کہ ان کی پوجا پاٹ شروع ہو جائے، ملک میں جا بجا شہداء کی تصاویر لگی ہوئی ہیں، ایک احتجاج کے دوران تصویریں پھاڑ دی گئیں، یا مٹا دی گئیں تو حکومت اور لوگوں نے واویلا شروع کر دیا، کہ شہداء کی توہین کی ہے، یہ الگ بات ہے کہ احتجاج کرنے والوں کی نیت اور طریقہ غلط تھا لیکن اس کو توہین کہنا توحید کے خلاف ہے، تصویروں کو تو مٹانا چاہیے، جنگ بدر اور جنگ اُحد جیسی اسلامی جنگوں کے شہداء کی تصاویر تو کسی نے محفوظ نہیں کیں، اگرچہ جدید آلات نہیں تھے البتہ ہر دور کے آرٹسٹ تو تصویر بنا سکتے تھے، لیکن کسی نبی، صحابی اور ولی کی تصویر کسی نے نہیں بنائی۔

خیالی تصاویر

مسلمانوں نے اپنی تاریخی اور مقدس شخصیات کی خیالی تصاویر بنانا شروع کر دیں، سوشل میڈیا پر اگر مولانا رومی یا سعدی شیرازی کا کوئی قول شائع کرتے ہیں تو ساتھ ان کی خیالی تصویر بھی دکھاتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے زیادہ حق اور سچی باتیں کس کی ہوسکتی ہیں لیکن کسی صاحب کتاب کی تصویر کا دور دور تک پتہ نہیں چلتا۔ اب مصنفین کی اپنی تصنیف پر تصویر چھپتی ہے، ازبکستان کے قبرستانوں میں دیکھا کہ صاحب قبر مرد یا عورت کی تصویر بھی کتبہ پر بنی ہوئی ہوتی ہے۔ موبائل میں اگر کسی عالم کی تقریر ہو تو ساتھ ہی اس کی تصویر بھی ہوگی، یہ باور کراتے ہیں کہ یہی تقریر واقعی اس مقرر کی ہے حالانکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ تصویر اور تقریر میں مطابقت نہ ہو۔

کچھ لوگ شہرت کی خاطر اپنی تصویریں شائع کرتے ہیں حالانکہ شہرت کی خاطر کوئی کام کرنا گناہ

ہے، سوشل میڈیا کی وجہ سے ریا کاری عام ہوگئی ہے، نری شہرت سے کچھ نہیں بنتا، ہاں اگر اللہ تعالیٰ انبیائے کرامؑ کی طرح کسی کو شہرت عطا کر دے تو الگ بات ہے اور نبی کی تصویر آج تک کسی نے نہیں دیکھی ۔ شیطان کو کتنی زیادہ شہرت حاصل ہے لیکن اس کی شہرت کا اس کو کیا فائدہ ملا؟ پھر بھی لوگ چاہتے ہیں کہ رہتی دنیا تک صرف میری شہرت ہی رہے، شیطان کو بھی رہتی دنیا تک شہرت حاصل رہے گی لیکن ہے جہنمی ۔

مادی امور

کچھ مادی امور اور حقائق ہیں جو خارج میں موجود ہیں مثلاً موالید ثلاثہ (جمادات، نبادات، حیوانات) ان کا ادارک حواس خمسہ کے ذریعہ ہوتا ہے، مثلاً دکھائی دینے والی، سننے والی، چکھنے والی، سونگھنے والی اور چھونے والی چیزیں ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ن ان موالید ثلاثہ کا ذکر بطور امتنان واحسان اپنی قدرتوں اور نعمتوں کے بیان کے ضمن میں کیا ہے، مثلاً آسمان، زمین، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے، ہوا، بادل، بارش، کشتی بانی، درخت، جنگل وغیرہ کا ذکر قرآن مجید میں بغیر تصویر کے کیا ہے، یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو ہر ایک دیکھتا اور سمجھتا ہے، نہ کسی مفسر نے تفسیر میں قدرتی مناظر کی تصویر کشی کی ہے لیکن کچھ لوگ نعت، تلاوت اور تقریروں کے ساتھ قدرتی مناظر دکھاتے ہیں، یہ منظر کشی بذات خود ناجائز نہیں لیکن تلاوت وغیرہ کا جو مقصد ہے، غور وفکر، عبرت اور عمل وہ فوت ہوجاتا ہے کیونکہ ذہن ان قدرتی مناظر میں کھو جاتا ہے، محسوسات سے آدمی جلد متاثر ہوتا ہے، معنوی امور کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ غور وفکر کرسکتا ہے، جب ذہن قدرتی مناظر کی خوبصورتی میں کھو جاتا ہے تو تلاوت وغیرہ کا اصل مقصد فوت ہوجاتا ہے ۔ ملفوظات حکیم الامت میں عنوان ہے ''قرآن سننے میں توجہ کس طرف ہونی چاہیے''

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ جو قرآن سن رہا ہو کس طرف توجہ رکھے، اس پر فرمایا: ''حضرت حق کی طرف توجہ رکھے، گویا حضرت حق کا مشاہدہ کررہا ہے، نہ الفاظ کا لحاظ ہو، نہ معنی کا ۔ چنانچہ حدیث میں ہے: ان تعبد اللہ کأنك تراہ یہ نہیں فرمایا کانك تری الألفاظ أو المعنیٰ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ''واذکر اسم ربك وتبتل الیه تبتیلا'' یعنی نام لینے کے وقت خاص اس کی طرف توجہ ہو، اور یہ اعلیٰ درجہ ہے کہ خاص ذات کا تصور ہو اور جو اس پر قادر نہ ہو تو اور طریقہ سے توجہ الی الالفاظ والمعانی ہی بہتر ہے ۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حق کے تصور میں خیال تو الفاظ کی طرف بھی ہوتی ہے، اس پر فرمایا: محبوب باتیں کرتا ہو تو عاشق کا خیال اس طرف بھی تو ہوتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے مگر

مقصود محبوب میں ہے، پھر فرمایا ہر ایک کے لیے ایک ہی قاعدہ نہیں کسی کو الفاظ و معنی کا تصور مفید ہے، کسی کو حضرت حق کا تصور۔ مبتدی کو الفاظ و معنی کا تصور مفید ہے اور منتہی کو حضرت حق کا تصور مفید ہے۔ ہر ایک استعداد جدا جدا ہے۔ (۲۰/۳۴)معلوم ہوا کسی تقریر، نعت اور خاص کر تلاوت کے ساتھ نہ قاری کی تصویر کی ضرورت ہے، نہ کسی منظر کی منظر کشی کی کیونکہ مناظر اور تصاویر کی طرف دیکھنا، نہ حضرت حق کا مشاہدہ ہ اور نہ الفاظ و معنی کا غور وفکر تقریر، نعت اور تلاوت کی شکل میں سامعین تک پیغام رسانی میں یہ مناظر اور تصاویر رکاوٹ اور مخل ہیں بلکہ مضمون، نعت اور خاص کر تلاوت کے سماع میں کسی قسم کی تصویری منظر کشی سماع کے اصل مقاصد کو ختم کر دیتی ہے۔

غائب امور کی تصاویر

کچھ ماضی کے واقعات اور قصے میں کچھ غائب امور، قبر، عذاب قبر، نعیم قبر، حشر، پل صراط، جنت، دوزخ وغیرہ ایسے غائب امور ہیں جن کی بن دیکھے تصدیق ضروری ہے، جن کو ایمان بالغیب کہتے ہیں لیکن ان غائب امور اور قصوں کی فلمیں بننا شروع ہوگئی ہیں، کہانی تو سچی ہوتی ہے لیکن تصویری منظر کشی فرضی اور خیالی ہوتی ہے، ان قصوں اور غائبی امور پر فلمیں بن گئی ہیں، ڈرامے بن رہے ہیں، ایمان بالغیب کو ایمان بالمشاہدہ بنا رہے ہیں، ناممکن کو ممکن کر رہے ہیں کبھی عذاب قبر سانپ، بچھو اور آگ کی شکل میں بتاتے ہیں، کبھی قبر کے معذب مردہ کی شکل دکھلاتے ہیں حالانکہ غائب امور پر صرف ایمان اور تصدیق ضروری ہے، کیا قرآنی حقائق اور غائب امور اپنی تصدیق میں ان فرضی اور خیالی تصاویر کے محتاج ہیں؟ ایسا کرنا تو کمزور ایمان کی علامت ہے، قرآن و حدیث کے ان تمام غائب امور کا تعلق سماع کے ساتھ ہے۔

ہمارے علم کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ خبر صادق یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خبریں ہیں جن کا مشاہدہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، نبی علیہ السلام پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ سچی اور حق خبریں سناتے ہیں، مشاہدہ پر تو زیادہ تر حیوانات چلتے ہیں، کسی کتے کو زہریلی روٹی دکھلاؤ، وہ روٹی سمجھ کر کھا لے گا لیکن اگر انسان کو کسی بچے نے بھی خبر دے دی کہ اس روٹی میں زہر ملا ہے، تو کوئی انسان اس کو نہیں کھائے گا، اپنے مشاہداتی علم کا تصور بھی نہیں کرے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سچے اور برحق نبی کی غیبی خبروں کو کیوں خیالی اور فرضی تصاویر میں شائع کیا جاتا ہے۔

الحاصل! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبروں کا تعلق عقل وفہم اور سماع کیساتھ ہے، قرآن مجید میں یتذکرون، یتدبرون ، یعقلون، یعلمون کے صیغے مذکور ہیں، یعنی تدبر، تذکر، تعقل اور علم کی

ضرورت ہے ، اندھے کو کچھ بھی نظر نہیں آتا لیکن اپنی عقل اور سماع کے ساتھ اسلامی غیبی امور کی تصدیق کرتا ہے، گونگا سنتا نہیں لیکن اپنی عقل اور فہم کے ساتھ غیبی امور کی تصدیق کرتا ہے، عقل آخرت کا راستہ بناتی نہیں ، نہ بنانے کا حق ہے ، راستہ تو شریعت نے بنایا ہے ، عقل صرف اس راستے کو پہچان کر اس پر چلتی ہے ، اس راہ پر چلنے کے لیے جائز و ناجائز تصویروں کی ضرورت نہیں ۔

عقلی معنوی امور

بعض حقائق عقلی اور معنوی ہوتے ہیں ، جن کی شکل وصورت نہیں ہوتی ، ان کا احساس ہوتا ہے ، کبھی ایسے امور وجدان سے معلوم ہوتے ہیں ، مثلاً محبت ، نفرت ، میٹھا ، کڑوا۔ کبھی دل و دماغ میں ان امور کو جگہ دینی ہوتی ہے ، مثلاً عقیدۂ توحید ، اس کی کوئی شکل وصورت نہیں ہے صرف دل و دماغ میں پختہ یقین بٹھانا ہوگا۔ ایسے عقلی اور معنوی امور کے احساس دلانے کے لیے لوگوں نے ان امور کی مناسب خیالی اور فرضی تصویریں شائع کرنی شروع کر دیں گویا یہ امور ان مناسب اور فرضی تصویروں کے علاوہ سمجھ میں نہیں آتے حالانکہ ان امور کو ہر انسان سمجھتا ہے اور مانتا بھی ہے۔

اخباری خبریں

سوشل میڈیا اور اخباری خبروں میں جھوٹ کا امکان زیادہ ہوتا ہے ، کسی خبر کو سچ ثابت کرنے کے لیے اس خبر سے متعلق اگر کوئی تصویر ہو تو وہ بھی شائع کر دیتے ہیں لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ تصویر اس خبر سے متعلق ہے ، کئی دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی جھوٹی خبر کو یقینی ثابت کرنے کے لیے کوئی تصویر لگا دی جاتی ہے ، کبھی کسی واقعہ کی تصویر ہوتی ہے اور خبر اس کے ساتھ من گھڑت لگا دیتے ہیں ، اب تو سوشل میڈیا کو ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر رہا ہے ، اخبارات اور سوشل میڈیا میں سچی خبریں شائع کرنی چاہیے ، لوگوں نے میڈیا پر جھوٹ کو اتنا عام کر دیا ہے کہ سچی خبر بھی جھوٹی معلوم ہوتی ہے ۔ لوگ پرانی پرانی ویڈیوز شائع کرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنی طرف سے کوئی خبر لگا دیتے ہیں دیکھنے اور سننے والوں کو حق اور باطل میں امتیاز مشکل ہو جاتا ہے۔

شرعی خبریں اور وسائل

قرآن وحدیث کی تمام خبریں سماع (سننے) سے تعلق رکھتی ہیں ، ان میں تصویر کا تصور بھی نہیں ہے ، لوگوں نے شرعی خبروں کا اخباری اور سوشل میڈیا کی خبروں پر قیاس کرنا شروع کر دیا ہے ، چنانچہ شرعی غیبی امور کی فرضی تصویریں شروع ہوگئیں ہیں ۔ کسی مولوی صاحب سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو اس کے ساتھ فوراً اپنی طرف سے مناسب خیالی اور فرضی تصویر لگا دیں گے ، ایک مولوی سے کسی نے

پوچھا اپنی بیوی کے پاؤں دبانا کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جائز ہے تو لوگوں نے ساتھ تصویر بھی لگا دی کہ ایک مرد صرف بنیان میں بیٹھا ہے اور ایک عورت کے پاؤں دبا رہا ہے، ایک صاحب نے زنا کے بارے میں پوچھا اس کو جواب ملا ، لوگوں نے ساتھ تصویر لگا دی، عورت اور مرد کے صرف پاؤں دکھا رہے ہیں بقیہ بدن پر کپڑا ڈال دیا ہے اور مرد وعورت کے پاؤں کو ایسے دکھا رہے ہیں کہ مرد اوپر ہے اور عورت نیچے ۔ خدارا! یہ دین کی خدمت نہیں یہ تو بے حیائی اور مزید بڑھانا اور ابھارنا ہے ، بعض مولوی صاحبان کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ شرم وحیا والے اور جنسی مسائل نہ چھیڑیں جس کو ضرورت ہوگی وہ مقامی مولوی صاحب سے تنہائی اور پردہ میں پوچھ سکتا ہے، شرم وحیا کے مسائل آج کی پیداوار نہیں، ہمیشہ سے اس کی ضرورت رہی ہے ، لوگ پوچھتے بھی رہے ہیں لیکن سوشل میڈیا پر ان مسائل کو چھیڑنا مسائل بتانا نہیں بلکہ جنسی خواہشات کو صرف بھڑکانا ہے۔

اسلامی کتب میں تصاویر کا نہ ہونا

دنیا میں سب سے زیادہ اسلامی کتب ہیں ، قرآن مجید ، تفاسیر ، کتب احادیث، شروحات حدیث، کتب فقہ ، سیرت وغیرہ کی بے شمار کتابیں ہیں ، آج تک کسی کتاب میں کسی مسئلہ اور حکم کے ساتھ کوئی تصویر نہیں ، نہ جاندار کی اور نہ بے جان کی ، اصل مقصد افہام وتفہیم ہے ، ہاں! استاذ اگر کوئی مسئلہ دوران درس بورڈ اور کسی شکل (Diogram) کے ذریعہ سمجھائے تو الگ بات ہے ، عصری علوم کی کتب میں حسب ضرورت نقشے اور کچھ شکلیں ہوتی ہیں ، استاذ پھر عملی طور پر پڑھاتا ہے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے صحابہ کرامؓ کو پورا اسلام زبانی اور عملی طور پر سکھایا ہے ۔ اسلام میں اصل یہ ہے کہ اسلام کی اصلی اور عملی صورت ایک دوسرے سے سیکھنی پڑتی ہے ، بچپن میں بچہ سب کچھ نقل سے سیکھتا ہے ، ماں نماز پڑھتی ہے بچہ نقل اتارتا ہے ، ماں اگر نماز کے طریقہ پر تقریر شروع کر دے تو بچہ ماں کی تقریر نہیں سمجھ سکتا ، اسلام تقریباً پریکٹیکل اور عملی دین ہے ۔ کاغذی تصویروں سے سیکھنے والی چیز نہیں ۔ پوری دنیا میں اسلامی کتب پھیل گئی ہیں ، غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں ، لیکن اس کا اثر بہت کم ہے لیکن اگر کوئی مسلمان خود جا کر لوگوں کو سمجھائے تو اس کا اثر زیادہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیئیس سال کے کم عرصہ میں تبلیغ کے ذریعے اسلام پھیلایا ہے ، موجود تبلیغی جماعت نے پوری دنیا میں کتنا عملی اسلام پھیلا دیا۔ انہوں نے اسلامی کتب نہیں بھیجیں ، خود جا کر لوگوں کو دین سکھایا۔ معلوم ہوا نقشوں اور تصاویر کی ضرورت اتنی نہیں پڑتی ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی کتب کی ضرورت نہیں ، اسلامی کتب تو اسلام کی قوی بنیادیں ہیں ، لیکن کتاب کے ساتھ رجال کی اشد ضرورت ہے ، سورۃ فاتحہ میں

اھدنا الصرا ط المستقیم کے بعد صراط الذین انعمت علیھم میں رجال کا تذکرہ ہے جو کہ انبیاء کرام ،صدیقین ،شہداء اور صالحین کا راستہ ہے ۔ یہ سب حضرات رجال ہیں،معلوم ہوا اسلام کی دعوت وتبلیغ میں اہم کردار خود رجال (صحیح کامل اسلامی نمونے) کا ہے۔

مبلغ،مقرراور معلم کی تصویر

ہم نے اللہ تعالیٰ ، جبریل امین علیہ السلام،حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بے شمار اکابر اساتذہ ، مبلغین اور معلمین کونہیں دیکھا لیکن ان کی صحیح تعلیمات ہم تک پہنچ گئی ہیں ، ہم ان پر عمل کرتے ہیں ، آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے نہ کسی گزشتہ مبلغ کو دیکھا ہے نہ معلم کو۔ ہم کیسے اس کی بات تسلیم کریں ۔ بڑے بڑے مصنفین کی کتابیں موجود ہیں ، ان سے لوگ استفادہ کررہے ہیں کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ مصنف کی شکل کیسی تھی ، یا ہم نے اس کو دیکھا نہیں، کیسے اس کی بات تسلیم کرلیں ، تمام حکومتوں کے فرامین عوام تک پہنچتے رہتے ہیں ، پوری دنیا صحیح پیغام سننے پر اکتفا کرتی ہیں ، موجودہ سوشل میڈیا کے ساتھ یہ لت پڑگئی ہے کہ پیغام دینے والے کی اصلی یا فرضی تصویر شائع کرتے ہیں ، اس طرح تو مبلغ اور مقرر کی عظمت اور تقدس کو نقصان پہنچتا ہے ، سامعین کے دلوں میں تقدس اورعظمت باقی نہیں رہتی، البتہ بعض لوگ بزرگ علماء کی ویڈیوز بنا کر اپنے ساتھ محفوظ رکھتے ہیں ، خدا جانے نیت کیا ہوتی ہے لیکن بظاہر اس بزرگ کا احترام مقصود ہوتا ہے، یہ بری اور غلط عقیدت ہے ، یہ صورت پرستی اور شرک کی ابتدائی سیڑھی ہے صحیح خطرے کی گھنٹی بعد میں بجتی ہے ۔

موبائل سے استفادہ

نیٹ، یوٹیوب اور فیس بک پر جو کچھ دکھایا جاتا ہے یا دیکھا جاتا ہے تو وہ گندگی کا ایک ایسا ڈھیر ہے جس میں کچھ کام کی چیزیں ڈھونڈنے سے مل جاتی ہیں ،موبائل کی ایک ہی اسکرین ہے ، اس میں ہر قسم کے لوگ اپنے اپنے کام کی چیزیں تلاش کرتے ہیں لیکن سوشل میڈیا اس وقت نظریاتی ، اخلاقی اور بدعملیوں کی ایسی غلاظتیں اور گندگیاں ہیں جو شیطان کے حاشیہ خیال میں بھی آتی ہوں گی ۔ چونکہ یہ غیر مرئی اور معنوی گندگیاں ہیں ، جن کو نفس اور شیطان کے بچاری گندگی نہیں سمجھتے اس لیے زندگی اس گند میں گزرتی ہے جو لوگ نیٹ ، یوٹیوب اور فیس بک سے مفید چیزیں تلاش کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ حتی الوسع اس سے گریز کریں، ان میں جو مفید چیزیں پڑی ہوئی ہیں ، یہ اس الیکٹرانک میڈیا کا کارنامہ نہیں یہ ان لوگوں کے کارنامے ہیں جو الیکٹرانک میڈیا کا جانتے بھی نہیں تھے۔ ہمارے پاس موجود ہ تمام علمی ذخیرہ ان ہی حضرات کے مرہون منت ہے ، الیکٹرانک میڈیا ذرائع ابلاغ

کا گندگیوں سمیت ایک اہم ذریعہ بن گیا ہے یہ مینگنیوں سمیت بھیڑوں کا دودھ ہے۔ کہاوت ہے ''بھیڑ نے کہا: دودھ دوں گی لیکن مینگنیوں کے ساتھ'' جس طرح بجلی کا کام کرنے والا ماہر خطرناک کرنٹ والی بجلی کی تاروں میں احتیاط کے ساتھ کام کرتا ہے اسی طرح مجبوری میں احتیاط کے ساتھ موبائل کا استعمال کرنا چاہیے جس کو ضرورت نہ ہو، یا احتیاط نہ کرسکتا ہو، اس کے لیے گیارہ ہزار وولٹ سے بھی زیادہ خطرہ ہے، بے حیا نوجوان لڑکے لڑکیوں کو اس بجلی نے پکڑ کر بھسم کر دیا ہے۔

مقدسات کی توہین

اسلامی امور کے مزاحیہ خاکے اور ڈرامے بننا شروع ہوگئے ہیں، اسلامی امور کا مزاح اڑایا جارہا ہے۔ ایک ویڈیوں میں دکھایا گیا ہے کہ ایک صاحب گھر میں کھانا کھارہا ہے موبائل پر فون آیا ،کہا: آجاؤ، دعوت ہے، وہ گھر کا کھانا چھوڑ کر بھاگا ہوا، اس کے پاس پہنچا، وہاں تبلیغی بھائی کھڑے کسی کو دعوت دے رہے تھے اس بندے نے کہا ،کہاں ہے دعوت۔ اگلے نے جواب دیا یہ ہے نہ، اللہ تعالیٰ کے دین کی باتیں سنو، اس کے ساتھ ہی منہ بنا دیا اور ایک مضحکہ خیز آواز بھی نکال دیتے ہیں، اسی طرح کے اور بھی بہت سے دینی امور کا خاکوں کی شکل میں مزاح اڑایا جارہا ہے، انبیاء کرام اور فرشتوں کی فرضی تصاویر دکھائی جاتی ہیں، اسلامی حقائق اور احکامات نے جدید میڈیا کی وجہ سے فلمی شکل اختیار کرلی ہے جسکی وجہ سے اسلام کی حقیقی اور اصلی صورت آہستہ آہستہ اسمی اور رسمی بن رہی ہے۔

الحاصل! جدید میڈیا کے فوائد سے انکار نہیں ،لیکن دن بدن برے اور منفی اثرات بڑی تیزی کیساتھ ظاہر ہورہے ہیں، بظاہر موجود جدید میڈیا کو ختم کرنا یا اس سے آنکھیں بند کرنا ممکن نہیں لہٰذا بقدرِ ضرورت انتہائی اختیاط کیساتھ استعمال کرنا چاہیے جو حضرات ضرورۃً اس کا استعمال کررہے ہیں، وہ روزانہ یا استعمال سے پہلے یہ دعا ضرور پڑھیں: اللهم عافني من شر سمعي وبصري ولساني وقلبي وشر منيي ''اے اللہ! مجھے کان ،آنکھ ،زبان ،دل اور منی کے شر سے عافیت میں رکھ۔''

امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ منی کے شر سے مراد زنا اور فجور ہے۔ اسلامی نظریہ صحافت کے نام سے میری ایک کتاب چھپی ہوئی ہے، اس کے شروع میں میڈیا موبائل کے شر اور فتنہ سے بچنے کی دعا کے عنوان کے ساتھ یہ دعا کتاب کے شروع میں لکھی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، اور خصوصاً حتی الامکان اس تصویری فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی*

اسلامک کرپٹو کرنسی

(آخری قسط)

ابتدائی کوائن آفرنگ کے عمل کو ''اسلامک کرپٹو کرنسی'' کے عنوان کے تحت بھی کیا جارہا ہے اور دنیا بھر کے مسلمان اس کی ٹارگٹ مارکیٹ ہیں، آسان الفاظ میں کسی اسلامی ملک میں ایک کمپنی کھولی جاتی ہے جو کہ ایک خاص پروجیکٹ سے متعلق ہوتی ہے، وہ اسلامک کرپٹو کرنسی کے عنوان سے کوائن جاری کرتی ہے اور اس کو شریعہ کمپلائنٹ ڈیجیٹل منی (Shariah Compliant Digital Money) کہتی ہے اور لوگوں میں اپنے پروجیکٹ کی تشہیر کرتی ہے کہ یہ حلال اثاثہ ہے، اس کی قیمت کا تعین مارکیٹ کی طلب ورسد پر منحصر ہے پھر لوگ جوق در جوق اس میں سرمایہ کاری کرتے ہیں اور پھر مارکیٹ پلیس (Marketplace) پر اس منی (Money) کی خرید وفروخت شروع ہوجاتی ہے تاکہ اس سے نفع کمایا جاسکے، اسی طریقے سے بعض اوقات کراؤڈ فنڈنگ (Crowd funding) کا سہارا بھی لیتے ہوئے بھی اسلامک کرپٹو کرنسی کے عنوان کے تحت کام کیا جاتا ہے۔قارئین غور فرمائیں کہ کوئی بھی شخص یا ادارہ کرنسی، کوائن یا ٹوکن جاری کردے، اسے اسلامک بنا کر پیش کرے اور پھر وہ فنانشل آلہ بذاتِ خود نفع بنانے کا ذریعہ بن جائے یعنی پیسہ کی سامان کی طرح تجارت شروع ہوجائے، کیا اسی مقصد کیلئے کرپٹو کرنسی کو بنایا گیا تھا؟ اس پہلو کی ہم مزید وضاحت کرتے ہیں۔

کچھ اشخاص کے پاس تجارت کا ایک نیا آئیڈیا آتا ہے مگر ان حضرات کے پاس سرمایہ کی کمی ہے۔ایک طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اپنی کمپنی کو حکومت سے رجسٹرڈ کروائیں، کمپنی بطور پبلک کمپنی کام کرنا شروع کرے اور پھر سرمایہ اکھٹا کرنے کے لئے حکومتی شرائط وضوابط پر عمل کرتے ہوئے عوام سے سرمایہ اکھٹا کریں اور کمپنی شیئرز (حصص) جاری کرے، یہ طریقہ کار ایک مشکل اور پیچیدہ عمل ہوتا ہے لہٰذا اس سارے عمل سے بچنے کے لئے کمپنی بغیر حکومتی رجسٹریشن کے ابتدائی کوائن آفرنگ Initial Coin Offerings (ICOs) کے عنوان سے اپنے ٹوکن یا کرنسی جاری کرتی ہے اور عوام سے سرمایہ اکھٹا کرتی ہے۔نہ حکومت سے اجازت لینے کا سر درد اور نہ ہی حکومت کو جوابدہی اور اگر یہ سب اسلامک

* لیکچرر منسٹر ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی آئرلینڈ

کرپٹوکرنسی کے عنوان سے ہو تو سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے، اس میں کئی طریقے رائج ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

رائج طریقہ نمبر(۱): کمپنی حقیقی طور پر وجود میں ہی نہ آئی ہو اور یہ کمپنی ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کے عنوان سے کرنسی جاری کرے یعنی کھاتے میں محض فرضی نمبروں کا اندراج ہو پھر جاری کنندہ کمپنی اس اسلامک کرپٹو کرنسی کے عوض کسی ملک کی اصلی سرکاری کرنسی کی رقم لے۔ انہیں عرفِ عام میں پیمنٹ ٹوکن (Payment Tokens) کہا جاتا ہے۔

رائج طریقہ نمبر(۲): کمپنی ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' جو کہ ابھی وجود میں نہیں آئی ہو، کے ٹوکن جاری کرے، ان ٹوکنوں کے عوض کسی ملک کی اصلی سرکاری کرنسی کی رقم لی جائے اور وعدہ کیا جائے کہ مستقبل میں ان ٹوکنوں کے عوض یہ نئی ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' واپس کی جائے گی۔

رائج طریقہ نمبر(۳): کمپنی ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کے ٹوکن جاری کرے پھر ان ٹوکنوں کے عوض کمپنی سروسز یعنی خدمات فراہم کرے، انہیں عرفِ عام میں یوٹیلیٹی ٹوکن Utility Tokens بھی کہا جاتا ہے۔

رائج طریقہ نمبر(۴): کمپنی ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کے ٹوکن جاری کرے مگر یہ ٹوکن کسی اثاثے جیسے سونا، چاندی، سیمنٹ، تیل، گیس وغیرہ کی ملکیت کی نمائندگی کرتے ہوں، انہیں عرفِ عام میں اسیٹ ٹوکن (Assets Tokens) بھی کہا جاتا ہے۔

رائج طریقہ نمبر(۵): کمپنی ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کے ٹوکن جاری کرے مگر یہ ٹوکن کمپنی میں حصہ داری کی نمائندگی کرتے ہوں۔ انہیں عرفِ عام میں سیکورٹی ٹوکن (Security Tokens) بھی کہا جاتا ہے۔

قارئین! آپ نے یہ کچھ رائج طریقے دیکھ لئے جو کو ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کے عنوان سے جاری ہیں پھر ان ''اسلامک کرپٹو کرنسی'' اور اسلامک ٹوکن کو کرپٹو کرنسی ایکسچینج مارکیٹ میں خرید و فروخت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے نفع کمایا جاتا ہے، آپ ہی غور فرمایئے کہ ان میں اور کمپنی کے شیئرز، بونڈز، صکوک، سیکورٹیز وغیرہ میں کیا فرق ہے؟ یعنی یہ تو شیئرز، سیکورٹیز اور بونڈز وغیرہ کی تعریف پر بھی پورا نہیں اترتے۔ کیا اس طرح کی اسلامک کرپٹوکرنسی یا اسلامک ٹوکن جاری کر کے عوام الناس کو مغالطے میں نہیں ڈالا جا رہا؟ کیا ان کمپنیوں کی جاری کردہ اسلامک کرپٹو کرنسی یا اسلامک ٹوکن اپنی بنیاد اور شروعات سے ہی مغالطہ کا منبع نہیں؟

قارئین! خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کیا ان شیئرز، سیکورٹیز، بانڈز وغیرہ کو ''اسلامک کرپٹوکرنسی''

کے عنوان سے جاری کر کے عالمی معاشی اداروں مثلا ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، یا امریکی ڈالر کی اجارہ داری ختم کی جائے گی یا یہ محض جوے، سٹے بازی، سودی کاروبار اور سرمایہ اکھٹا کرنے کے نت نئے طریقے ہیں؟ پھر بعض صاحبِ علم حضرات ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کے عنوان سے اس طرح کی غیر سائنسی و غیر شرعی چیزوں کی ترویج و اشاعت کریں، ہم ان کے اس عمل کو کس چیز سے تعبیر کریں؟ ہماری رائے میں جو حضرات ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کے عنوان سے کمپنی کے شیئرز، بونڈز، سیکورٹیز وغیرہ کی ترویج و اشاعت کررہے ہیں ان کو خلطِ مبحث ہو چکا ہے اور ان کے اس طرزِ عمل سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کرنسی، شیئرز، سیکورٹیز وغیرہ میں فرق کرنے سے قاصر ہیں۔اسی کیساتھ ساتھ ہمیں یہ اصولی طور پر سمجھنا چاہیے کہ پیسہ کی سامان کی طرح تجارت نہیں کرنی چاہیے اور یہ بات ہم اس وجہ سے کہہ رہے ہیں کیونکہ نوجوان ''کرپٹوکرنسی'' کو بطور سرمایہ کاری استعمال کررہے ہیں اور نفع کماتے ہیں، کیا پیسہ کی سامان کی طرح تجارت کرنا مناسب ہے؟اسی تناظر میں ذیل کا اقتباس ایک جامع تجزیہ ہے:

> ''پیسہ صرف آلہ تبادلہ اور آلہ پیائشِ قدر ہے، پوری دنیا کے تمام معاشی مفکرین کا اجماع نظر آتا ہے لیکن بدقسمتی سے بہت سے معاشی مفکرین اس تصور کے اس منطقی نتیجے تک پہنچنے میں ناکام رہے، جو امام غزالیؒ نے اتنی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے یعنی یہ کہ پیسہ کی سامان کی طرح تجارت نہیں کرنی چاہیے''۔(مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، سود پر تاریخی فیصلہ، ص۲، مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

قارئین ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ''روپیہ سے روپیہ حاصل کرنا اسلام کے نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے، سرمایہ میں جو لوگ اضافہ چاہتے ہیں، ان کیلئے تجارت کی شاہراہ کھلی ہوئی ہے۔تجارت سے سرمایہ دار کا بھی فائدہ ہے کہ تجارت کو فروغ ہوگا، سرمایہ تجوریوں سے نکل کر منڈیوں اور بازاروں میں پہنچے گا، صنعت اور انڈسٹری کی کثرت ہوگی، مزدوروں اور ملازمت پیشہ لوگوں کو کام ملے گا'' (مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب، مروجہ تکافل اور ایک مغالطہ: بینات، صفر ۱۴۳۹ھ)

ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ مضاربہ اسکینڈل ہر دس پندرہ سال بعد ہوتا ہے اور لوگ مضاربہ کے نام پر پیسے لے کر بھاگ جاتے ہیں مگر اس بنیاد پر مضاربہ کو ناجائز نہیں کہا جاتا لہٰذا کسی بھی انسٹرومنٹ (Instrument) یعنی آلہ کو استعمال کر کے اس کی بنیاد پر فراڈ کرنے سے وہ آلہ ناجائز نہیں ہو جاتا لہٰذا اگر کوئی ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کی ابتدائی کوائن آفرنگ کے عنوان سے فراڈ کرتا

ہے تو اس سے اسلامک کرپٹو کرنسی اپنی ذات میں ناجائز نہ ہوجائے گی۔ یہ دلیل بے بنیاد ہے اور اس کی وجہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ علمائے کرام نے کرپٹو کرنسی کی حقیقت اور ماہیت پر غور کرنے کے بعد ہی اس کے ناجائز ہونے کا حکم بتلایا ہے یعنی ایک ہے کرپٹو کرنسی کا اپنی حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے ناجائز ہونا اور ایک ہے کرپٹو کرنسی کا کسی ناجائز عمل میں استعمال۔ مفتیانِ کرام کرپٹو کرنسی کو اس کی اپنی حقیقت اور ماہیت کی بنیاد پر ناجائز کہتے ہیں نیز یہ کہنا بھی عمومی طور پر مناسب نہیں کہ انسٹرومنٹ یعنی آلہ ناجائز نہیں ہوجاتا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بعض انسٹرومنٹ یعنی آلہ اپنی حقیقت اور ماہیت کی بنیاد پر ہی ناجائز ٹھہرائے جاتے ہیں مثلاً عقودِ مستقبلیات یعنی فیوچرز Futures

کرپٹو کرنسی کے پیچھے حقیقی کرنسی یا سونا چاندی ہونے کا مغالطہ

اسلامک کرپٹو کرنسی کے عنوان سے یہ تشہیر بھی کی جاتی ہے کہ ہماری جاری کردہ کرنسی یا ٹوکن کے پیچھے حقیقی کرنسی یا سونا چاندی کے ذخائر موجود ہیں اور اس کی تائید کے لئے اسٹیبل کوائن جیسے ٹیتھر یوایس ڈی ٹی (Tether USDT) وغیرہ کی مثال دی جاتی ہے، اسٹیبل کوائن وہ کرپٹو کرنسی ہے جس کا مقصد کسی مخصوص اثاثے، یا اثاثوں کی ایک پول یا ٹوکری کی نسبت ایک مستحکم قدر کو برقرار رکھنا ہے چونکہ اسٹیبل کوائن پرائیوٹ کمپنیاں جاری کرتی ہیں لہٰذا ان کی قیمت کو مستحکم رکھنے کے لئے جو پیچھے اثاثے رکھے جاتے ہیں اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی کہ وہ کہاں رکھے جاتے ہیں، مثلا ایک اسٹیبل کوائن ٹیتھر یوایس ڈی ٹی (Tether USDT) کے حوالے یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے کچھ اثاثے جو رکھے ہیں وہ منی لانڈرنگ اور آف شور کمپنیوں کے حوالے سے مشہور ملک باہاس (Bahamas) میں رکھے ہیں[6] یا پھر امریکہ یا دیگر ممالک میں اثاثوں، بانڈز وغیرہ کی صورت میں رکھے ہیں۔

اسٹیبل کوائن کے مقابلے میں حقیقی کرنسی یا سونا چاندی کی موجودگی پر عالمی ادارے اور محققین تشویش کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو محض ایک دعوی تصور کرتے ہیں، حقیقت میں پیچھے کچھ بھی نہیں ہے یا پھر بہت جزوی مقدار میں حقیقی کرنسی یا سونا چاندی موجود ہوتا ہے[7]۔ بعض اوقات ان اثاثوں کے ذخائر Reserves کا اظہار نہیں کیا جاتا یا پھر آڈٹ رپورٹ ان اثاثوں کے ذخائر سے متعلق کچھ اور ہی حقائق پیش کرتے ہیں۔ ٹیتھر یوایس ڈی ٹی کی ہی مثال لے لیجئے، جب اس کی اثاثوں کے ذخائر کی رپورٹ پیش کی گئی تو سرمایہ کار حیران رہ گئے کیونکہ صرف تقریبا چھبیس فیصد ذخائر کیش (Cash)، فیوڈسری ڈیپوزٹ (Fiduciary Deposits)، گورنمنٹ سیکورٹیز (Government Securities) وغیرہ میں تھے جبکہ

پچاس فیصد اثاثوں کے ذخائر کمرشل پیپر (Commercial Paper) کی صورت میں تھے لہٰذا یہ دعویٰ کہ ہر ٹیتھر یوایس ڈی ٹی کے پیچھے ایک حقیقی کرنسی کا یونٹ ہے یہ محض دھوکہ دہی پر مبنی ہے [8] نیز سائنسی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ اسٹیبل کوائن کو بنیادی طور پر کرپٹو کرنسی کی خرید وفروخت میں استعمال کیا جاتا ہے[9-10]۔

کرپٹو کرنسی ''کرنسی'' سے ''اثاثہ'' بنانے کا سفر

عالمی معاشی ماہرین نے کئی سائنسی تحقیقات کیں ہیں جن کے اندر اس بات کا تجزیہ کیا ہے کہ بٹ کوائن کرپٹو کرنسی دیگر کرنسیوں اور اثاثوں کے مقابلے میں کیسی ہے۔ایک سائنسی تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ بٹ کوائن سونا (Gold) اور امریکی ڈالر (US Dollar) اور دیگر اثاثوں سے کسی طرح بھی مماثلت نہیں رکھتا [11]۔ایک دوسری سائنسی تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ دیگر ۱۶/اقسام کے دیگر روایتی اثاثوں جن میں قیمتی دھاتیں،کرنسی، بونڈ وغیرہ (Currency, Metal, Equity, Energy, Bond) کے مقابلے میں کرپٹو کرنسی ہرگز مماثلت نہیں رکھتی اور بہت زیادہ ریٹرن دیتی اور اتار چڑھاؤ بہت زیادہ ہے [12]۔خلاصہ یہ کہ بیشتر عالمی معاشی ماہرین اپنی سائنسی تحقیقات کے پیشِ نظر کرپٹو کرنسی کو بطور اثاثہ تسلیم نہیں کرتے، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مغربی عالمی معاشی ادارے اور ریگولیٹری باڈیز کرپٹو اثاثوں کی اصطلاح عام استعمال کرتے ہیں اور ایک وسیع مارکیٹ کرپٹو اثاثوں کی وجود میں آ چکی ہے مگر اس کی بنیاد سٹے بازی، جوا، سود اور غرر ہے اور غیر حقیقی اشیا اور تخیلاتی چیزوں کی خرید وفروخت ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں،بعض حضرات اسلامک کرپٹو کرنسی کا متبادل حل دیتے ہوئے اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ وہ کرپٹو کرنسی کو کرنسی کے بجائے اثاثہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اسے اثاثوں کی قسم Asset Class سے تعبیر کرتے ہیں [13] مگر مفتیانِ کرام کے مطابق کرپٹو کرنسی ومتعلقہ پروڈکٹس شرعی طور پر زر یا کرنسی یا اثاثہ نہیں ہیں کیونکہ فرضی وتخیلاتی نمبر کبھی بھی زر یا کرنسی یا اثاثہ نہیں بن سکتے،لہٰذا کرپٹو کرنسی کو کرنسی سے اثاثہ بنا کر حلال بنانے کی کوششوں کو بیشتر اہلِ علم اور برصغیر پاک وہند بشمول دیگر اسلامی ممالک کے جید مفتیانِ کرام اور مستند دارالافتاء تسلیم نہیں کرتے اور کرپٹو کرنسی کے فرضی وتخیلاتی نمبروں کو اثاثہ بنا کر پیش کرنے سے کرپٹو کرنسی جائز نہیں ہو جاتی۔

کرپٹو کرنسی کی جدید شکلیں

کرپٹو کرنسی کو چونکہ علمائے کرام نے منع فرمادیا ہے لہٰذا کرپٹو کرنسی کے حامی حضرات کرپٹو کرنسی

کی جدید شکلیں پیش کرتے رہتے ہیں اور پھر ان جدید شکلوں کو اسلامی بنانے کی کوشش میں مصروفِ عمل ہیں۔کبھی یہ این ایف ٹی Non Fungible Tokens (NFTs) کی شکل میں آتے ہیں، کبھی ڈی سینٹرلائزڈ فنانس Decentralized Finance (DeFi) کی شکل میں۔کبھی یہ شکل تبدیل ہوکر میٹاورس Metaverse بن جاتی ہے تو کبھی ابتدائی کوائن آفرنگ Initial Coin Offerings (ICOs)۔کبھی ٹوکنائزیشن یا ٹوکونومیکس (Tokenization or Tokenomics) کی شکل میں یا کبھی ڈیجیٹل اثاثہ یا کرپٹو اثاثہ (Digital Assets or Crypto Assets) کی شکل میں، غرض مقصد کسی طریقے سے کرپٹو کرنسی ہی کو رواج دینا ہے اور کرپٹو کرنسی کی مارکیٹ ہی کی ترویج و اشاعت ہے، اہلِ علم اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ یہ بات ہماری اپنی ذہنی اختراع نہیں بلکہ عالمی معاشی ماہرین اور سائنسدان بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ہمیں یہ کہتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ کرپٹو کرنسی اور خاص طور پر اسلامک کرپٹو کرنسی میں تضادات کی بھرمار ہے۔

فابیو پانیتا(Fabio Panetta) معروف بین الاقوامی ماہر معیشت ہیں، یورپین سینٹرل بینک کے ایگزیکٹو بورڈ ممبر ہیں، نے ۲۲ ویں بی آئی ایس سالانہ کانفرنس بمطابق ۲۰۲۳ میں اپنی حالیہ تقریر میں کہا کہ کرپٹو نئے سرمایہ کاروں کو راغب کرنے کے لیے نئی داستانیں تشکیل دے رہا ہے [14]، وسیع تر معنوں میں کرپٹو کرنسی کی ان جدید شکلوں کو کرپٹو کرنسی کے نظام کی ری برانڈنگ کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔کرپٹو سے جڑی ان جدید شکلوں کا مقصد کرپٹو اثاثوں پر مبنی معیشت کو سہارا دینا ہے۔ یہ کرپٹو اثاثوں پر مبنی مصنوعات کی مارکیٹ تک رسائی کے لیے ایندھن کا کام کرتا ہے۔

انہی فابیو پانیتا کے مطابق جس کا مفہوم یہ ہے کہ کرپٹو اثاثوں کا غبارہ تو پھٹ چکا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کرپٹو کا اختتام ہوجائے گا۔لوگ جوا کھیلنے کے شوقین ہیں اور کھیلتے رہیں گے اور کرپٹو میں سرمایہ کاری ان لوگوں کو جوا کھیلنے کا موقع فراہم کرتا رہے گا۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کرپٹو کرنسی انڈسٹری کے کوئی سماجی فوائد نہیں ہیں اور اسے اگر ریگولیٹ کرنا بھی ہے تو بطور جوا کی ایک قسم کے اس کو ریگولیٹ کیا جائے یعنی ایک طرح سے کرپٹو سینٹرلائزڈ جوے کی شکل Centralized form of Gambling ہے کیونکہ ۲۰۱۵ سے ۷۵ فیصد بٹ کوائن حجم سینٹرلائزڈ اداروں کے پاس ہے۔

اثاثوں کی ٹوکنائزیشن اور اسلامک کرپٹو کرنسی

اب ٹوکنائزیشن کو اسلامک فنانس کے عنوان کے تحت پیش کیا جارہا ہے اور یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ یہ اثاثوں کی ٹوکنائزیشن ایک بنیادی تبدیلی (Paradigm Shift) کی طرف پیش رفت ہے، اثاثوں کی ٹوکنائزیشن (Tokenization of Assets) کی مدد سے نہ صرف یہ کہ معیشت کی تبدیلی رونما ہوگی بلکہ نئی

نئی معاشی پروڈکٹس اور سروسز مارکیٹ میں آئیں گی جن کا پہلے تصور تک محال تھا۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ اثاثے چاہے ڈیجیٹل (Digital Assets) ہوں یا حقیقی (Physical Assets)، ہر چیز کو ٹوکنائزڈ کردیا جائے گا اور اس سے سرمایہ کاروں (خاص طور پر چھوٹے سرمایہ کاروں) کو بہت نفع ہوگا پھر اس ٹوکنائزیشن کو کرپٹو کرنسی اور اسلامی کرپٹو کرنسی کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔غرض! اثاثوں کی ٹوکنائزیشن اور اس کی شریعہ کمپلائنس دراصل کرپٹو کرنسی ہی کی ری برانڈنگ ہے۔

کیا کرپٹو کرنسی کے متبادل کی ضرورت ہے جو احکامِ شرعیہ کے مطابق ہو؟

بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اگر کرپٹو کرنسی شرعا جائز نہیں ہے تو پھر اس کے متبادل کوئی صورت بتائیں جو احکامِ شرعیہ کے مطابق ہو؟ اسی تناظر میں ذیل کا اقتباس جو کہ عقود مستقبلیات کے تناظر میں لکھا گیا ہے، ایک جامع تجزیہ ہے۔

> ''کسی معاملے کی متبادل صورت تو اس وقت تلاش کی جاتی ہے جب اس معاملے کا مطلوبہ مقصد درست ہو پھر اس مطلوبہ مقصد کے حصول کے لئے شرعی متبادل صورت کو تلاش کیا جاتا ہے، جہاں تک عقود مستقبلیات کا تعلق ہے تو اس عقد کا کوئی جائز مقصد نہیں ہے جس کو پورا کرنے کے لئے شرعی طریقہ تلاش کیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ فیوچر مارکیٹ میں جو معاملات ہوتے ہیں ان سے تجارت مقصود نہیں ہوتی بلکہ نفع کی امید پر اپنا روپیہ داؤ پر لگانا مقصود ہوتا ہے اور یہ مقصد اس عقد کو بیع کے بجائے قمار (جوا) سے زیادہ مشابہ کردیتا ہے (مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مستقبل کی تاریخ پر خریدوفروخت، فقہی مقالات، ج۲، ص۲۱۵، میمن اسلامک پبلیشرز، کراچی)

اگر ہم اوپر کے اقتباس میں تھوڑی ترمیم کریں اور عقود مستقبلیات کی جگہ کرپٹو کرنسی اور فیوچر مارکیٹ کی جگہ کرپٹو کرنسی مارکیٹ رکھیں تو کرپٹو کرنسی کی موجودہ صورتحال کی عین عکاسی کرتی ہے۔

> ''کسی معاملے کی متبادل صورت تو اس وقت تلاش کی جاتی ہے جب اس معاملے کا مطلوبہ مقصد درست ہو پھر اس مطلوبہ مقصد کے حصول کے لئے شرعی متبادل صورت کو تلاش کیا جاتا ہے۔ جہاں تک کرپٹو کرنسی کا تعلق ہے تو اس عقد کا کوئی جائز مقصد نہیں ہے جس کو پورا کرنے کے لئے شرعی طریقہ تلاش کیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ کرپٹو کرنسی مارکیٹ میں جو معاملات ہوتے ہیں ان سے تجارت مقصود نہیں ہوتی بلکہ نفع کی امید پر

اپنا روپیہ داؤ پر لگانا مقصود ہوتا ہے اور یہ مقصد اس عقد کو بیع کے بجائے قمار (جوا) سے زیادہ مشابہ کردیتا ہے'' (مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مستقبل کی تاریخ پر خریدوفروخت، فقہی مقالات، ج ۲، ص ۲۱۵، میمن اسلامک پبلیشرز، کراچی)

جب ہم اصولی طور پر مروجہ کرپٹو کرنسی کے خریدوفروخت اور اس کے جڑے سارے نظام کو دیکھتے ہیں تو یہ بالکل واضح ہے کہ کرپٹو کرنسی اپنے مقصد، فلسفہ، اور حقیقت سے بالکل ہٹ گئی ہے اور اس سے کوئی ایسی کرنسی کا وجود میں لانا مقصود نہیں جو کہ عالمی معاشی نظام کا توڑ ہو یعنی آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور سینٹرل بینکوں کی اجارہ داری سے نجات دے، ڈالر کے مقابلے میں ہو اور اس کی اجارہ داری ختم کرے بلکہ یہ سائنسی طور پر مسلم ہے کہ کرپٹو کرنسی اور اسلامک کرپٹو کرنسی موجودہ عالمی معاشی نظام سے بھی بدتر ہے، نیز اس بات کی بھی قطعا کوئی ضرورت نہیں کہ مارکیٹ میں پیش کی جانے والی ہر کرپٹو کرنسی پروڈکٹ کا چربہ اتارنے کی کوشش کریں۔ ہاں! البتہ، اگر کوئی واقعی طور پر یہ چاہتا ہے کہ وہ سرمایہ کاری کرے تو اس کیلئے مفتیانِ کرام نے سرمایہ کاری کے جائز طریقے بتلا دیئے ہیں اور کسی شخص کو کرپٹو کرنسی، اسلامک کرپٹو کرنسی اور کرپٹو کرنسی مارکیٹ میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اصولی طور پر ہمیں کرپٹو کرنسی کی اسلام کاری اور کرپٹو کرنسی کا اسلامی متبادل کے درمیان حدِ امتیاز جاننا اور سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ بعض حضرات کرپٹو کرنسی کی اسلام کاری میں ملوث ہیں، مثلاً ایک صاحبِ علم اپنے مقالے میں بٹ کوائن سے متعلق علمائے کرام کی آرا کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد یہ تحریر کرتے ہیں کہ بٹ کوائن کرپٹو کرنسی سے متعلق وہ علمائے کرام جو اسلامک فنانشل لاء کے ماہرین بھی ہیں، ان کے دلائل صحیح اور قابلِ یقین ہیں لہٰذا بٹ کوائن کرپٹو کرنسی جائز ہے[15] اسی طریقے سے ایک اور صاحبِ علم نے بٹ کوائن کو شرعی طور پر مالِ متقوم ثابت کیا ہے اور نتیجتاً جائز قرار دیا ہے[16] ہماری رائے میں بٹ کوائن کرپٹو کرنسی کے حامی حضرات کے دلائل انتہائی سطحی ہیں اور سائنسی اعتبار سے کوئی وزن نہیں رکھتے۔ غالباً ایسے حضرات کی نظروں سے ٹھوس سائنسی تحقیقات نہیں گزریں، وگرنہ ایسے حضرات غیر سائنسی بنیادوں پر کرپٹو کرنسی کے جواز کے قائل نہ ہوتے اور کرپٹو کرنسی سے متعلق مغالطوں میں مبتلا نہ ہوتے۔ مزید تفصیل کیلئے راقم کا مضمون کرپٹو کرنسی، این ایف ٹی اور بلاک چین: تعارف، مغالطے، شرعی نقطہ نظر، اور ہماری ذمہ داری، ماہنامہ ''بینات'' ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق اکتوبر ۲۰۲۲ دیکھئے۔

یہاں ایک بنیادی سوال بھی سوچنا چاہیے کہ مغرب سے آئی ہوئی نئی تجارتی شکلوں کیلئے

اسلامی راستے کیوں ڈھونڈ رہے ہیں؟ یعنی ہمارے سائنسدانوں، محققین، معاشی ماہرین اور اہلِ علم کا کام بس یہ رہ گیا ہے کہ وہ مروجہ کرپٹو کرنسی (اور بڑے تناظر میں جدید مغربی عالمی معاشی نظام) کی بنیادی اصطلاحات کو سمجھیں، اس کی شرعی تکییف، اور اس کی اسلامائزیشن کریں؟ کیا اسی کا نام سائنسی تحقیق ہے؟ کیوں ہمارے یہاں سے ایسے ماہرینِ فن، سائنسدان، محققین، معاشی ماہرین اور اہلِ علم نہیں پیدا ہو رہے جو عالمی معیار کی سائنسی تحقیق کریں؟

ستاون اسلامی ممالک کی اجتماعی کرنسی؟

یورپی یونین ستائیس ممالک کا مجموعہ ہے جن میں فرانس، جرمنی، اسپین، آئرلینڈ، پولینڈ، اٹلی، سوئیڈن وغیرہ شامل ہیں، ان تمام ممالک کی اپنی ایک کرنسی ہے جس کو یورو (Euro) کہا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے وہ دیگر ترقی یافتہ ممالک کا معاشی طور پر مقابلہ کرتے ہیں اور یورپی یونین میں شامل ممالک کی معاشی آزادی کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اس وقت دنیا میں ستاون اسلامی ممالک موجود ہیں جن میں الجزائر، سعودی عرب، پاکستان، تیونس، مصر، متحدہ عرب امارات، انڈونیشیا، ترکی وغیرہ شامل ہیں اور جو اسلامی تعاون تنظیم یعنی او آئی سی Organisation of Islamic Cooperation (OIC) کے ممبر بھی ہیں۔ یہ اسلامی ممالک مل کر یورپی یونین کی طرح اپنی کرنسی کیوں جاری نہیں کرتے؟ اگر ان ستاون ممالک کا جوڑ ممکن نہیں تو عرب لیگ (Arab League) کے بائیس ممالک ہی اپنی کرنسی جاری کیوں نہیں کرتے؟ بدقسمتی سے عالمی معاشی اداروں کی اجارہ داری ختم کرنے کے لئے ہمیں ایسے کوئی بھی متبادل حل عملی طور پر نظر نہیں آتے البتہ کرپٹو کرنسی اور اس کے متبادل اسلامک کرپٹو کرنسی کی اسلامی ممالک میں خوب ترویج و اشاعت کرکے اسلامی ممالک کی معیشت کو مزید کنٹرول کرنے کی کوششیں اپنے عروج پر ہیں۔

اسلامک کرپٹو کرنسی محض دعوی یا حقیقت؟

بعض حضرات اسلامک کرپٹو کرنسی اور حلال کرپٹو کرنسی کے متبادل حل تجویز کرتے ہیں جن میں وہ یہ بلند بانگ دعوی کرتے نظر آتے ہیں کہ ایک ایسی کرپٹو کرنسی (حلال) بنائی جائے جو کہ غربت، بیروزگاری اور گھریلو معاشی مسائل سے نجات دے گی، اس کرپٹو کرنسی کا مقصد پیسہ بنانا نہیں ہوگا بلکہ اس کی آمدنی سے ڈھائی فیصد ہر ٹرانزیکشن میں زکوٰۃ کی مد میں نکالا جائے گا اور یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ جتنی بھی آمدنی ہوگی اس کی اندر سے ایک معتد بہ مقدار فلاحی کاموں میں خرچ کی مد میں بھی نکالی جائیگی[17] البتہ اس بات کی تکنیکی و سائنسی تفصیلات فراہم نہیں کی گئی کہ کیسے یہ حلال کرپٹو کرنسی

غربت، بیروزگاری اور گھریلو معاشی مسائل سے نجات دے گی؟ اور کیسے اس کی ایک معتد بہ مقدار فلاحی کاموں پر خرچ ہوگی؟ غرض عملی، تکنیکی و سائنسی طور پر یہ سب کیسے ممکن ہوگا، اس کی تفصیل پیش نہیں کی گئی۔ یہ خواہشات کا اظہار ہے مگر سائنس میں خواہشات کی بات نہیں کی جاتی بلکہ عملی طور پر مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے جو کہ ہمیں ایسے تمام متبادل حل میں نایاب نظر آتا ہے۔

کرپٹوکرنسی کے متبادل اسلامک کرپٹوکرنسی کے بنیادی خدوخال اور حقیقت

بعض حضرات ''اسلامک کرپٹوکرنسی'' کو کرپٹوکرنسی کے متبادل کے طور پر پیش کرتے ہوئے یہ تاویل پیش کرتے ہیں۔

> ''کسی بھی نئے معاملے کو ناجائز اور حرام قرار دے دینا بہت آسان ہے، بالمقابل اس پر غور وخوض کیا جائے اور مسلمانوں کیلئے اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت اپنائی جائے'' (مبشر حسین رحمانی، علمائے کرام اور سائنسدانوں کی ذمہ داریاں، دارالعلوم دیوبند کا ترجمان ماہنامہ ''دارالعلوم''، صفر، ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ستمبر ۲۰۲۳)

ہم ایسے تمام حضرات کی خدمت میں انہی کے اعتراض کو انہی کے الفاظ میں اس طرح پیش کرتے ہیں، کسی بھی نئے معاملے کو اسلامک کے عنوان سے جائز اور حلال قرار دے دینا بہت آسان ہے، بالمقابل اس پر غور وخوض کیا جائے اور مسلمانوں کیلئے اس میں موجود ناجائز امور کو ختم کرنے کی کوئی صورت اپنائی جائے۔

دیکھئے! ہماری گزارش یہ ہے کہ جب بیشتر اہلِ علم اور برصغیر پاک و ہند بشمول دیگر اسلامی ممالک کے جید مفتیانِ کرام اور مستند دارالافتاء کرپٹوکرنسی کو ناجائز قرار دیں، کرپٹوکرنسی کو سود اور جوے کی شکل قرار دیں اور پھر اس کے برعکس، کچھ حضرات متبادل دینے کے عنوان سے اسلامک کرپٹو کرنسی، حلال کرپٹوکرنسی، اسلامک کوائن یا اس جیسے ملتے جلتے عنوانات کے تحت کرپٹوکرنسی کو جائز قرار دینے کی کوشش کریں جبکہ دیئے گئے متبادل میں موجود ناجائز امور کو سرے سے ختم ہی نہ کیا گیا ہو تو اس کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے؟ جب متبادل دینے کی بات آتی ہے تو ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور کسی سائنسی چیز کا متبادل اس سائنسی شعبے کے ماہرینِ فن ہی کی ذمہ داری ہے (مبشر حسین رحمانی، علمائے کرام اور سائنسدانوں کی ذمہ داریاں، ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند، صفر ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ستمبر ۲۰۲۳)

اس کے باوجود بھی اگر کوئی کرپٹو کرنسی کا متبادل حل پیش کرنا چاہتا ہے تو سائنس کے دروازے ہر وقت ہر کسی کیلئے کھلے ہیں مگر مکرر عرض ہے کہ سائنسی اصولِ تحقیق کے معیار اور شریعت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسا متبادل حل قابلِ قبول ہوگا۔

دیکھئے! اصولی طور پر جب ہم اسلامک کرپٹو کرنسی کی بات کریں گے تو ہمیں ایک ایسا متبادل سائنسی حل درکار ہوگا جو کہ مندرجہ ذیل سائنسی سوال کا جواب دے جس کا جواب ڈھونڈنا سائنسی لحاظ سے ابھی تک پیچیدہ اور مشکل ہے۔

> ''کیا ایسی کرنسی بن سکتی ہے جو کہ شرعی طور پر بھی قابلِ قبول ہو اور سودی بینکاری نظام و مروجہ کاغذی کرنسی کے نظام سے بھی نجات دے؟ اس متبادل سائنسی حل میں جو چیدہ چیدہ صفات ہوں گی اس کے مطابق وہ شرعی طور پر مال ہو، بیع وشرا کے تمام شرعی اصولوں کے مطابق ہو یعنی غیر مملوک کی بیع نہ ہو اور بیع قبل القبض بھی نہ ہو، سود، جوا اور سٹے بازی کی شکل نہ ہو۔ عالمی معاشی نظام کا توڑ ہو یعنی آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور سینٹرل بینکوں کی اجارہ داری سے نجات دے، ڈالر کے مقابلے میں ہو اور اس کی اجارہ داری ختم کرے۔ کرنسی کی صفات رکھتا ہو یعنی بطور آلہ مبادلہ Medium of Exchange، بطور قدر شمار کرنے کے Unit of Account اور بطور قدر کو محفوظ کرنے Store of Value کے استعمال کیا جانا چاہیے، اس کی ملکیت کسی خاص گروہ یا کمپنی کے پاس مرتکز نہ ہو اور ڈی سینٹرلائزڈ ہو۔''

خلاصہ کلام

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مایہ ناز کتاب ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش'' کی تحریر کا خلاصہ اور مفہوم ہم اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں کہ بحیثیتِ مسلمان، ہمارے لئے یہ روش اچھی نہ ہوگی کہ ہم بالکل ہی ٹیکنالوجی اور معاشرے کے نئے افکار وخیالات سے منہ موڑ لیں اور نہ ہی ہمیں ہر نئی چیز کا مطلقاً انکار کرنا چاہیے نیز ہم قطعاً یہ نہیں کہہ رہے کہ مکمل شکست خوردگی اور مکمل سپردگی اختیار کرتے ہوئے مغرب کی ہر چیز کو قبول کرلیں اور مغربی بنیادی عقائد، فکری رجحانات، مادی افکار وخیالات اور سیاسی واقتصادی نظام پر ایمان لے آئیں، ہمیں میانہ روی سے چلتے ہوئے مفید علوم کو شرعی حدود میں مفتیانِ کرام کی اجازت سے اختیار کرنا چاہیے۔ شریعت نئی ٹیکنالوجی کو استعمال کرنے پر پابندی نہیں لگاتی البتہ شریعت یہ پابندی ضرور لگاتی ہے کہ فرضی چیزوں کو مال تصور نہیں کیا جاسکتا اور جتنا ہم اس پہلو پر غور کریں گے تو ہم پر یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ یہ حکم انسانی

معاشرے کی بھلائی کیلئے ہے کیونکہ اگر فرضی، غیر حقیقی اور تخیلاتی چیزوں کی بنیاد پر کسی معاشی نظام کی بنیاد رکھی جائے گی تو وہ انسانی معاشرے کیلئے سخت نقصان دہ ہوگا۔ درحقیقت، اسلام حقیقی اثاثوں پر مبنی معیشت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور سود، قمار، غرر، بیع قبل القبض، غیر مملوک کی بیع وغیرہ کی سختی سے حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ کرپٹو کرنسی کا متبادل اسلامک کرپٹو کرنسی اور اس جیسے تمام پروجیکٹس دراصل عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادِف ہیں، اس کی بنیادی وجوہات یہ ہیں کہ اول کرپٹو کرنسی کا متبادل اسلامک کرپٹو کرنسی اپنی موجودہ شکل وصورت میں کرپٹو کرنسی کی بنیادی خامیوں کو دور نہیں کرتا اور دوم ان کو بطور شیئرز، بطور سرمایہ کاری یا کسی اور مقاصد کیلئے بنایا گیا ہوتا ہے اور سوم کرپٹو کرنسی اپنی بنیادی صفات اور مقاصد سے ہٹ جاتی ہے اور کرنسی نہیں رہتی لہٰذا ہماری رائے میں اسلامک کرپٹو کرنسی، حلال کرپٹو کرنسی، اسلامک کوائن یا اس جیسے ملتے جلتے عنوانات کے تحت سے ابھی تک جتنی بھی سائنسی پیشرفت ہوئی ہے ان میں کرپٹو کرنسی کی بنیادی صفات اور مقاصد کو قائم رکھتے ہوئے کرپٹو کرنسی کی خامیوں کو دور کرنے کا دعوی سائنسی طور پر درست نہیں۔

قارئین! ہم کسی کی نیت اور اخلاص پر شک نہیں کر رہے مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ پیش کئے گئے متبادل حل خامیوں سے پر ہیں لہٰذا مفتیانِ کرام کے مطابق مروجہ اسلامک کرپٹو کرنسیوں یا حلال کرپٹو کرنسیوں کو اسلامک تصور نہیں کیا جاسکتا۔ آخر میں اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں حق کو حق سمجھنے اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور باطل کو باطل سمجھنے اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)

حواشی

(1) Report with advice for the European Commission on crypto-assets, European Banking Authority (EBA), 9th January 2019. Link: https://www.eba.europa.eu/eba-reports-on-crypto-assets

(2) Intellectual Property Rights and Distributed Ledger Technology with a focus on art NFTs and tokenized physical artworks, This document was requested by the European Parliament's Policy Department for Citizens' Rights and Constitutional Affairs, Committee on Civil Legal Affairs (JURI), Oct 2022. https://www.europarl.europa.eu/thinktank/en/document/IPOL_STU(2022)737709

(3) Angelos Delivorias, Understanding initial coin offerings: A new means of raising funds based on

blockchain, EPRS - European Parliamentary Research Service, PE 696.167 - July 2021.

Link: https://www.europarl.europa.eu/RegData/etudes/BRIE/2021/696167/EPRS_BRI(2021)696167_EN.pdf

(4) Angelos Delivorias, Understanding initial coin offerings: A new means of raising funds based on blockchain, EPRS - European Parliamentary Research Service, PE 696.167 - July 2021.

Link: https://www.europarl.europa.eu/RegData/etudes/BRIE/2021/696167/EPRS_BRI(2021)696167_EN.pdf

(5) Howell S. T., Niessner M. and Yermack D., Initial coin offerings: financing growth with cryptocurrency token sales, National Bureau of Economic Research Working Paper 24774.

Link: https://www.nber.org/papers/w24774

(6) https://www.ft.com/content/e4cb9a6e-cb29-4719-b6ee-33a5bf01945e

(7) Angelos Delivorias, Stablecoins: Private-sector quest for cryptostability, EPRS | European Parliamentary Research Service, Nov 2021.

Link: https://www.europarl.europa.eu/RegData/etudes/BRIE/2021/698803/EPRS_BRI(2021)698803_EN.pdf

(8) Eva Su, How Stable Are Stablecoins?, Report: IN11713, Congressional Research Service (CRS), July 2021. Link: https://crsreports.congress.gov/product/pdf/IN/IN11713

(9) Lai T. Hoang and Dirk G. Baur, How Stable Are Stablecoins? The European Journal of Finance, Jul 2021.

(10) John M. Griffin and Amin Shams, Is Bitcoin Really Un-Tethered? 2019. Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=3195066 or http://dx.doi.org/10.2139/ssrn.3195066

(11) Dirk G. Baur, Thomas Dimpfl, Konstantin Kuck, Bitcoin, gold and the US dollar - A replication and extension, Finance Research Letters, Volume 25, June 2018, Pages 103-110.

(12) Dirk G. Baur, KiHoon Hong, Adrian D. Lee, Bitcoin: Medium of exchange or speculative assets?, Journal of International Financial Markets, Institutions and Money, Volume 54, 2018.

(13) Farrukh Habib and Salami Saheed Adekunle, Case Study of Bitcoin and Its Halal Dimension, Halal Cryptocurrency Management (Editor: Mohd Ma'Sum Billah), Palgrave Macmillan, 2019.

(14) Fabio Panetta, Paradise lost? How crypto failed to deliver on its promises and what to do about it, Panel on the future of crypto at the 22nd BIS Annual Conference, 23 June 2023, Basel, Switzerland.

Link: https://www.ecb.europa.eu/press/key/date/2023/html/ecb.sp230623_1~80751450e6.en.html

(15) Mufti Ahmad Afnan Alam, Solving the riddle of cryptocurrencies: A shari'ah legal analysis, SOAS University of London, 2021.

Link: https://ibnrushdcentre.org/non_academic_article/solving-the-riddle-of-cryptocurrencies-a-shariah-legal-analysis/

(16) Farrukh Habib and Salami Saheed Adekunle, Case Study of Bitcoin and Its Halal Dimension, Halal Cryptocurrency Management (Editor: Mohd Ma'Sum Billah), Palgrave Macmillan, 2019.

(17) Mohd Ma'Sum Billah, Halal Cryptocurrency Management, Palgrave Macmillan, 2019.

مولانا محمد رحیم حقانی *

عظیم علمی، ادبی اور سیاسی شخصیت

حضرت مولانا قاری محمد عبداللہؒ

عالم کی موت عالم کی موت ہے، عالم کی بقا عبادات پر موقوف ہے اور اللہ اللہ کی یاد پر ہے، عبادت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر علماء ہی کی وجہ سے قائم ہے، اگر علمائے حق نہ ہوتے تو عبادات کے طور طریقے ختم ہو چکے ہوتے پھر ہندوں، سکھوں اور عیسائیوں کی طرح ہم بھی گرجوں اور دھرمشالوں میں پڑے رہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں نے اس دین کو محفوظ کر کے اس دنیا میں پھیل رہا ہے اور یہ عالم اور طالب علم اس امت کے آخری سہارے ہیں، چند ماہ قبل بارعب اور خاکسار طبیعت کے مالک حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ انتقال فرما گئے، قافلہ حق کا ایک ایک ساتھی یکے بعد دیگرے کاروان سے بچھڑتا جارہا ہے، اس مادی دنیا کے علائق سے منہ موڑ کر سوے دار عقبی روانہ ہورہے ہیں، آج ہماری آنکھیں ان نورانی پیشانیوں کے دیدار سے محروم ہیں ......

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

علمی ادبی مرتبہ ومقام

لاکھوں حفاظ اور علمائے اسلام کے استاد کل حضرت علامہ قاری محمد عبداللہ صاحبؒ خطابت میں امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے درجہ ومقام کے برابر خطیب ومقرر تھے، اہل علم وادب کے نزدیک پاکستان میں ابوالکلامیات کی پہچان میں آپ اور ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری کے بعد کوئی ہمسر نہیں تھے، پاکستان اور بھارت کے نامور لائبریریوں کے مینیجرز، مجلات کے مدیران اور کتابوں کے مصنفین، مولفین اور مرتبین برائے تبصرہ نئی کتابیں آپکے پاس بھیجواتے تھے، سیاستدانوں

---

* سابق سیکرٹری تعلیمی کمیشن واے پی ایس برائے وزیر اعلیٰ

کے استاد تھے، سیاست سب سے زیادہ سمجھنے اور سمجھانے والے معلم سیاست تھے، علم وادب میں قاری صاحب کا اصل میدان ابوالکلامیات کے ساتھ ساتھ حضرت مدنیؒ کی تعبیر دین اور سیاسی افکار کے نشرواشاعت بھی تھا۔

بقیۃ السلف حضرت علامہ قاری محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ جان پہچان ۱۹۷۷ء میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں میرے ابتدائی درجہ فنون کے زمانے سے ہوئی، قاری صاحب چھٹے درجے کے طالب العلم تھے کہ ان کی تلاوتِ قرآن اور خوش الحانی کے چرچے تھے، زمانہ طالب العلمی ہی میں گاہے گاہے دارالعلوم کے جامع مسجد میں امامت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے، نماز مغرب کی تلاوت کی گونج دور دور اکوڑہ خٹک کے ریلوے پھاٹک تک لوگ سنتے تھے، سال ۱۹۷۷ء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں میرا پہلا سال تھا جبکہ مستقبل کے جینیس اور نابغہ روزگار علمی اور سیاسی رہنماوں کی طالبعلمی کا آخری سال تھا۔ سرفہرست ان میں سے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا نصیب علی شاہ بخاری الہاشمیؒ، مولانا محمد اسحاقؒ تھے جبکہ حضرت قاری صاحب ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے سند فراغ کے بعد دارالعلوم ہی کے شعبہ حفظ والتجوید کے ساتھ بحیثیت مدرس منسلک ہوئے۔

معلم سیاست

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں
برسوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی
تاریخ ترے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں تو زندہ رہے گا

بیسویں صدی کے آخری عشرے اور اکیسویں صدی کے ابتدائی دوعشروں میں جمعیت کے صوبائی نظم میں آپ نظم جماعت، اطاعت الامیر اور جماعتی منشور ودستور کے محافظ اور آمین رہے جو میرے خیال کے مطابق آپ کا سب سے بڑا میرٹ اور اعزاز تھا۔

ہوا تھی گو تند و تیز مگر چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے تھے انداز خسروانہ

جمعیت کے ساتھ محبت اور عقیدت کا اندازہ ہمیں اس سے لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ آپ کو

جمعیت علمائے ہند کی تشکیل کا پس منظر، پیش منظر، تہہ منظر اور اغراض و مقاصد سمجھتے تھے اور جمعیت کے یوم تاسیس تا این وقت جملہ تحریکات کی اہمیت، ضرورت اور اغراض و مقاصد زبانی یاد تھے، آپ کو شیخ الہندؒ کی جماعت کو سمجھنے میں بلا کا ملکہ راسخہ تامہ نصیب تھا، آپ تحریک مجاہدین کو تحریک آزادی ہند ۱۸۵۷ء کے لیے بنیاد سمجھتے تھے اور دارالعلوم دیوبند کے قیام کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کا ہمہ گیر ردعمل سمجھتے تھے، ایشیا میں بڑھتی ہوئی سامراجیت کو روکنے کے لیے سقوط خلافت عثمانیہ کے بعد مسلمانوں کا مقدمہ عالمی فورم کی بجائے عوامی عدالت میں لڑنے کی جدوجہد کو شیخ الہندؒ کی جماعت کا بہت بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔

حضرت قاری صاحبؒ جمہوریت کو مسلمانوں کا منزل ماننے سے انکاری تھے بلکہ جمہوریت کو منزل تک پہنچنے کا زینہ اور وسیلہ سمجھتے تھے، برصغیر میں جمہوریت کے جواز کے فتوے کو برصغیر کے چالیس ریاستوں پر اکابرینِ جمعیت علماء اسلام کا احسان سمجھتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر جزیرہ العرب کے علماء دور اندیش ہوتے تو آج وہاں کے علماء کے زبانوں کو تالے نہ پڑتے اور نہ ہی سرکاری کاغذی خطبوں کے سرکل میں قید ہوتے، دیوبند صد سالہ عالمی اجتماع منعقدہ ۸،۹،۱۰/اپریل ۲۰۰۱ء کے دوران آپ جمعیت کے صوبائی نظم میں بحیثیت سنیئر نائب امیر خدمات سرانجام دے رہے تھے مگر شدید علالت کے باوجود کانفرنس سے متعلق تمام اہم امور میں دیگر قائدین کے شانہ بشانہ روح رواں کا کردار ادا فرماتے رہے۔

فروری ۲۰۰۱ء کو جمعیت خیبر پختونخوا نے متفقہ طور پر مرکزی جمعیت کے اپروول کے ساتھ مجھے دیوبند صد سالہ عالمی اجتماع کے لیے میڈیا چیف ایڈوائزر مقرر کرنے کا فیصلہ کیا جس کے تحت بہت ساری ذمہ داریاں بھی سونپی گئی۔

(۱) عالمی کانفرنس کے اغراضِ ومقاصد ایک کتابچے کی صورت میں تیار کرنا۔

(۲) دارالعلوم دیوبند سے متعلق تمام تحریکات کی تصویری صورت میں پوسٹر تیار کرنا۔

(۳) ملک بھر کے تمام دینی تعلیمی مدارس کے لیے دارلعلوم دیوبند کی تحریکات پر مشتمل کلینڈر تیار کرنا۔

(۴) عربی، انگریزی، اردو اور پشتو زبان میں خوبصورت دعوت نامہ تیار کرنا۔

(۵) دیوبند عالمی کانفرنس سے متعلق اخبارات کے لیے فل پیج ایڈیشن تیار کرنا۔

(۶) تحریکات دارالعلوم دیوبند سے متعلق ہر صوبائی عہدیدار کی طرف سے الگ الگ پیغام تیار کر کے

شامل ایڈیشن کرنا۔

(۷) عالمی کانفرنس کے تینوں دنوں میں ہر روز شیخ الہند کی جماعت سے متعلق تحریکات پر الگ الگ اخبارات اور رسائل کے لیے کالمز اور مضامین لکھنا۔

تاروجبہ جاے عالمی کانفرنس سے ۸۰× ۸۰ یعنی اسی سکوائر کلومیٹر میں چاروں طرف یعنی جہانگیرہ، کوہاٹ، چارسدہ، تخت بھائی، مہمند اور خیبر ایجنسی طورخم تک جہازی سٹائل میں پروفیشنل سٹائل کا وال چاکنگ ۱۸؍رمضان المبارک میں شروع کیا اور ۲۸ رمضان المبارک تک عید سے دو دن قبل یہ مشکل کام تین پروفیشنل رنگسازوں نے مجھ سمیت مکمل کر دیا۔

یاد رہے میں ان دنوں ایک سرکاری سکول میں گزٹیڈ ہیڈ ماسٹر بھی تھا مگر اس کام میں رنگسازوں کے ساتھ لیبر کی ڈیوٹی سرانجام دینے پر مامور تھا۔کیا یہ سارے کام اور ان پراجیکٹس کی تکمیل ایک انسان کے لیے ممکن تھے؟ اگر ناممکن نہیں تو انتھائی مشکل تھے تاہم اس مشکل سٹیج پر حضرت قاری صاحبؒ نے میرا ہاتھ پکڑلیا اور صوبائی زعماء کی موجودگی میں قبلہ رو کھڑا کر دیا اور فرمایا ہم سب کی رہنمائی آپ کے ساتھ ہوگی اور عزیمت کے اس تاریخی جدوجہد میں ان سب کی دعائیں بھی آپ کے ساتھ شامل حال رہیں گی۔

زمانہ معترف ہے اب ہماری استقامت کا
نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے رہنما بدلا
راہ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز اے نہ ہم نے راستہ بدلا

وزیرتعلیم حضرت مولانا فضل علی حقانی کی وزارت میں قائم تعلیمی کمیشن کوئی عام مروجہ کمیشن نہیں تھا، بلکہ اس میں ملکی سطح کے ماہرین تعلیم،ممتاز علمائے کرام بیوروکریٹس اور ممبران اسمبلی شامل تھے، جن میں میرا نام بھی شامل تھا ملکی سطح پر ایک طاقتور باختیار تعلیمی کمیشن میں بحثیت ممبر میری تقرری میرے لئے بڑا اعزاز تھا مگر تعلیمی کمیشن کے سیکرٹری کی حیثیت سے کمیشن کا بارگراں سنبھالنا مجھ جیسے کم علم اور ناتجربہ کار کے لئے ایک مشکل کام تھا۔

دسمبر ۲۰۰۲ء میں سابق وزیراعلیٰ محمد اکرم خان درانی صاحب کے ساتھ بطور APS صوبے کے سب سے بڑے آفس CM سیکریٹریٹ میں خدمات سرانجام دینے پر مجھے اتنی تشویش لاحق نہیں

ہوئی تھی جس قدر تعلیمی کمیشن کے سیکرٹری کی حیثیت سے تعیناتی پر مجھے بے حال ہونا پڑا تھا، ہوا کچھ یوں کہ جب سیکرٹری سکول اینڈ لیٹریسی امجد شاہد آفریدی صاحب نے مجھے بذریعہ فون میری تقرری سے آگاہ کر دیا تو اس کے فوراً بعد میں نے قاری محمد عبداللہ صاحب کو فون کیا اور اپنی مشکل اور انکار کے فیصلے سے انہیں آگاہ کر دیا۔

قاری صاحب نے میری معذرت سننے کے بعد فرمایا حقانی صاحب! سیدھی سیدھی بات کہو کہ وزیر اعلیٰ اکرم درانی کے سیکرٹریٹ میں APS کی ذمہ داریوں کے ساتھ آپ تعلیمی کمیشن میں سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرنے سے انکاری ہیں تو اس حوالے سے میرا موقف (حضرت قاری صاحب) یہ ہے ''اگر وزیر اعلی درانی صاحب کے کابینہ کے وزیر تعلیم کی وزارت میں قائم تعلیمی کمیشن میں بحیثیت سیکرٹری ڈیوٹی سرانجام دینے پر آپ اپنے مشکلات اور تحفظات کو گنوا رہے ہیں لیکن مجھے آپ کے موقف سے قطعاً اتفاق نہیں، میں ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو کے کابینہ میں شامل ایک بہت بڑے نامور وزیر تعلیم امام الہند ابوالکلام آزاد کی تعلیمات اور افکار کے ابلاغ کا سیکرٹری ہوں، قدم بقدم آپ کی رہنمائی کے لیے حاضر رہوں گا مگر انکار کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، قاری صاحب نے فرمایا پورے کمیشن میں سیکرٹری کا منصب سب سے بڑا اور ذمہ داری کا عہدہ ہے، یہ اعزازات ہر وقت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتے، یہ سب کچھ آپ کے چالیس سالہ انتھک جدوجہد اور قربانیوں کا صلہ ہے جو آپ کو مفت میں مل رہا ہے اور جہاں تک مشکلات اور تحفظات کی بات ہے یہ ہر جگہ ہوتے رہتے ہیں، معاصرانہ حسد اور چشمک کا سلسلہ پیدائش آدم (علیہ السلام) سے اب تک جاری ہے، اخلاص، للّٰہیت اور شبانہ روز جدوجہد سے مشکلات کا مقابلہ کریں گے۔

شاید کئی لوگوں کو آج تک بھی پتہ نہیں ہوگا کہ ایم ایم اے دور حکومت میں ہر سال چھ سو صفحات پر مشتمل کارکردگی رپورٹ سی ایم ہاؤس سے نکل کر تقسیم ہوتی تھی جس پر ہر سال قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، وزیر اعلی اکرم خان درانی صاحب، سیکرٹری ایڈمنسٹریشن کرنل غلام حسین اور صوبائی جماعت سے داد و تحسین اور بے شمار تمغہائے خدمت وصول کرتا رہا، ہر سال اس رپورٹ کا مرتب، مصنف مولف بندہ احقر ہوتا تھا مگر اسکے اندر مانیٹرنگ، مشاورت اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے والا میرا استاد اور مربی حضرت العلامہ قاری محمد عبداللہ صاحبؒ ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ آپکو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات اور عالی درجات سے نوازے (آمین)

مولانا مفتی عبید الرحمٰن
دار العلوم فیض القرآن، مردان

عقائد میں تقلید کا حکم

ہمارے ہاں ایک جملہ خاصا مشہور ہے کہ ''عقائد میں تقلید نہیں ہوتی''، یہ جملہ عوام اور بہت سے اہل علم کے درمیان معروف و مشہور ہے اور مختلف مواقع پر اس کو دہرایا جاتا ہے لیکن دوسری طرف دیکھا جائے تو ہم فروع و فقہی مسائل کی طرح عقائد میں بھی تقلید کرتے ہیں، ماتریدی یا اشعری کہلاتے ہیں اور عقائد کی کتابیں بھی وہی پڑھتے پڑھاتے ہیں جو اسی طائفہ کے لکھے ہوئے ہیں، اس کی بنیاد پر بہت سے لوگوں کے دل میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عقائد میں تقلید کرنا درست نہیں ہے تو یہ تعامل کیوں ہے؟ بعض کتابوں سے بھی اس اشکال کی تائید ہوتی ہے، مثال کے طور پر ''طریقہ محمدیہ'' میں تقلید کی تعریف کرنے کے بعد لکھا ہے:

> وذا لایجوز فی العقائد، بل لا بدّ مِن نظر واستدلال ولو علی طریقة الإجمال...... فالمقلّد فی الاعتقاد آثم وإن كان إیمانه صحیحاً عندنا(الطریقة المحمدیة،ص١٧٦)
>
> ''عقائد میں تقلید درست نہیں، خود غور و فکر کرنا ضروری ہے اگرچہ اجمالا کیوں نہ ہو، عقائد میں تقلید کرنے والا گنہگار ہے تاہم تقلید کے طور پر ایمان قبول کرنے والے کا ایمان لانا معتبر ہے (اور وہ مسلمان شمار ہوتا ہے)

یہاں اسی کے متعلق چند سطور پیش خدمت ہیں۔

اجتہاد و تقلید کا حکم اور دائرہ کار

اگر کوئی شخص اجتہاد کے لئے مطلوبہ استعداد و ذوق کا حامل ہے تو اس کے لئے درپیش مسائل میں اجتہاد کرنا جائز، مستحسن بلکہ بعض صورتوں میں واجب تک ہو جاتا ہے، کسی مجتہد کی تقلید کرنا رخصت ہے، اگر کوئی شخص اجتہادی استعداد و ذوق کا حامل نہ ہو تو اس کے لئے درپیش مسائل میں تقلید کرنے سے کوئی چارہ کار نہیں ہے، اصل مقصود ''اتباع شریعت'' ہے جس کے مقصود ہونے میں شبہ کی گنجائش

نہیں، اجتہاد ہو یا تقلید، دونوں اس تک پہنچنے کے ذرائع ہیں البتہ اجتہاد کا راستہ اختیار کرنا ہر کسی کیلئے جائز نہیں ہے بلکہ اس کے لئے کچھ خاص شرائط وقیود ہیں جن کا خیال ولحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اجتہاد وتقلید کا دائرہ کار

اجتہاد کی ضرورت درج ذیل تین قسم مسائل میں پڑتی ہے:

(۱) جو قرآن وحدیث میں منصوص نہ ہوں۔

(۲) منصوص تو ہوں یعنی ان کے متعلق کوئی آیت یا حدیث وارد ہوئی ہو لیکن کسی وجہ سے اس کی دلالت واضح نہ ہو بلکہ مقصود کے متعین کرنے میں کوئی پیچیدگی یا پوشیدگی ہو، اس کو ''غیر واضح نص'' کا نام دیا جاتا ہے۔

(۳) نص واضح تو ہو لیکن دیگر نصوص یا شرعی دلائل کے ساتھ متعارض ہو، ان تین قسم کے مسائل میں اجتہاد کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اجتہاد ہی کے ذریعے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ شریعت کا منشا ومقصود کیا ہے؟ تقلید، اجتہاد ہی پر متفرع ہوتا ہے، جہاں مجتہد اجتہاد سے کام لے کر کوئی حکم متعین کرتا ہے، وہاں غیر مجتہد تقلید کرتا ہے لہٰذا جس طرح اجتہاد کا تعلق ان تین قسم کے مسائل کے ساتھ ہے یوں ہی تقلید بھی انہی تین قسم کے مسائل سے متعلق ہوتا ہے۔

عقائد میں تقلید کا قضیہ

درج بالا سطور کی روشنی میں یہ مسئلہ آسانی کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے کہ عقائد میں تقلید کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ اگر کوئی عقیدہ ایسا ہے جو درج بالا سطور کی روشنی میں اجتہاد وتقلید کی جولان گاہ بن سکتی ہے تو اس میں حسب ضابطہ اجتہاد اور تقلید بھی درست ہوگا اور جہاں کوئی عقیدہ اس نوعیت کا نہ ہو، وہاں اجتہاد وتقلید کرنا بے جا اور خلاف ضابطہ اقدام ہے، اس اجمالی کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت ''عقائد'' کی اصطلاح جن امور کیلئے استعمال ہوتی ہے، وہ سب یکساں حیثیت کی حامل نہیں ہیں بلکہ ان کی مختلف قسمیں اور درجات ہیں:

الف: متعدد عقائد ایسے ہیں جن کے بارے میں صریح نصوص وارد ہوئے ہیں، مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا وجود، اس کی وحدانیت، اس کا زمین وآسمان وغیرہ کو پیدا فرمانا، اس کا بلکہ صرف اسی کا عبادت کا مستحق ہونا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی برحق ہونا، انسانیت کا بندگی کے لئے پیدا ہونا، قیامت کا اپنے مقررہ وقت پر وقوع پذیر ہونا، وغیرہ، یہ اور اس قسم کے متعدد دیگر عقائد ایسے ہیں جن کے بارے میں

نصوص وارد ہوئے ہیں، وہ نصوص اپنے معنی ومفہوم کو ادا کرنے میں بھی بالکل واضح ہیں اور دیگر نصوص ودلائل کے ساتھ اس کا تضاد وتعارض بھی نہیں ہے لہٰذا ان امور پر محض تقلید کے درجے میں اکتفا کرنا کافی نہیں ہے۔

ب: دوسری قسم ایسے امور کی ہے جن میں اس قسم کے واضح غیر متعارض نصوص موجود نہیں ہوتے، مثال کے طور پر انسان افضل ہے یا فرشتے؟ صفات متشابہات وغیرہ۔ ایسے مسائل میں نصوص کے منشا ومقصود تک پہنچنے کے لئے اجتہاد کرنا ناگزیر ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شخص اجتہادی صلاحیت کا حامل ہوتا ہے اور نہ ہی شریعت اس کو اس کا مکلّف بناتی ہے، اس لئے اگر کوئی اجتہاد کے درجہ تک نہیں پہنچتا تو اس کے لئے کسی معتمد مجتہد کی تقلید کرنا درست بلکہ ضروری ہے۔

عقائد اور فروعی مسائل کا فرق

اس تفصیل کے مطابق غور کیا جائے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد وتقلید کے حکم کی حد تک ''عقائد'' اور ''فروعی مسائل'' کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اصولی لحاظ سے دونوں کا حکم یکساں ہے، تاہم تطبیقی لحاظ سے دونوں میں فرق کیا جا سکتا ہے، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ:

الف: ''عقائد'' غیر منصوص نہیں ہوتے بلکہ منصوص ہوتے ہیں جبکہ فروعی احکام ومسائل کی ایک طویل فہرست ہے جو غیر منصوص ہے۔

ب: ''عقائد'' کے باب میں جو نصوص ہیں، وہ اکثر واضح اور غیر متعارض ہیں، ان میں سے بعض ہی نصوص ایسے ہیں جو غیر واضح یا متعارض ہیں جبکہ فروعی مسائل میں ایسے نصوص کافی زیادہ ہے جو غیر واضح یا واضح متعارض ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی تعین وترجیح وغیرہ امور میں حضرات فقہائے کرام کا اختلاف ہو جاتا ہے اور اسی بنیاد پر مجتہدین کے متعدد مواقف بن چکے ہیں جبکہ عقائد کے باب کا یہ حال نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل حق عقیدے کے باب میں متفق ہوتے ہیں۔

ج: ''عقائد'' کچھ خاص باتیں ہیں جو محدود اور معین ہیں، ان میں تبدیلی آتی ہے اور نہ ہی زمانے کے تغیر وتبدل سے ان میں کوئی انقلاب وتغیر آتا ہے جبکہ فروعی مسائل کی صورت حال اس کے برعکس ہے۔

ممانعت کی دو بنیادیں

عقائد میں تقلید کیوں ممنوع قرار دیا جاتا ہے؟ یہ، اصلاً ''علم اصول فقہ'' کا موضوع ومبحث ہے

اور اس علم کی مطول کتابوں میں اس کی تفصیلات مذکور ہیں، علامہ قرافی رحمہ اللہ نے ''تنقیح الفصول''اور علامہ سبکیؒ ''ابہاج شرح منہاج''میں اس کے مختلف دلائل اور وجوہات ذکر فرمائے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:شرح تنقیح الفصول فی علم الأصول ،ج۲ص ٤٤٢،الإبهاج فی شرح المنهاج ما یجوز فیه التقلید وما لایجوز ،ج۳ص ۲۷۳)

غور کیا جائے تو ان دلائل کو درج ذیل دو بنیادی دلائل و نکات میں سمیٹا جا سکتا ہے:

(۱) متعدد نصوص سے ایسا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ متعدد جگہ عقیدے سے متعلق (بعض) مسائل میں غور وفکر کرنے یا علم (بمعنی یقین کرنے) کا حکم دیا گیا ہے۔تقلید کرنے کی صورت میں ان نصوص پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آتی۔

(۲) تقلید کا حاصل ظن غالب ہے جبکہ عقائد میں سو فیصد ایمان ویقین ضروری ہے،تقلید کا حاصل ظن غالب اس لئے ہے کہ مقلد اپنے امام کے بارے میں سو فیصدی حق پر ہونے کا یقین نہیں رکھتا بلکہ احتمال کے درجے میں اس کے خطا ہونے کا بھی تصور رکھتا ہے۔

ان دو وجوہات پر غور کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ:

الف: یہاں زیر بحث مسئلہ میں جو تقلید یا اجتہاد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اس سے متعارف میں اجتہاد کرنا اور پھر کسی کا اس اجتہاد کی بنیاد پر کسی کی تقلید کرنا مراد نہیں ہے بلکہ کائنات میں غور وفکر کر کے خدا تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت وغیرہ اساسی باتوں تک پہنچنا مقصود ہے۔

ب: لہٰذا اس کے لئے متعارف معنی میں اجتہاد کی شرائط کا خیال ولحاظ ضروری نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ دینی علوم وفنون سے کوئی شخص بالکل محروم ہو لیکن غور وفکر کرنے اور اس کے ذریعے حقائق تک پہنچنے کا عادی ہو، وہ اس طریقے سے مطلوبہ عقائد پر یقین حاصل کرلے اور دوسرا علوم فنون سے کسی درجہ تعلق رکھنے کے باوجود اس درجہ یقین حاصل نہ کر سکے۔اسی طرح بعض کتابوں میں جو یہاں ''نظر واستدلال'' کے واجب ہونے کی بات فرمائی گئی ہے، اس سے بھی فنی استدلال کرنا مراد نہیں ہے، علامہ ابوسعید خادمیؒ فرماتے ہیں:

قیل الکلام فی مقلد حصل له ثبات بحیث لا یزحزحه تشکیك أقول ذلك إنما هو منصب الاستدلال لا التقلید ثم الموجبون الاستدلال مع نفی التقلید کالألشعری والباقلانی وإمام الحرمین وقیل مالك إیضاً فالمقلد مؤمن عاص وقیل لیس بعاص إلا ذاکان معه أهلیة النظر

وأهمله بالتكاسل وقيل ليس بمؤمن أصلا فأورد بلزوم إكفار عوام المؤمنين أقول قد أشير آنفا وحرر سابقا أنهم مستدلون إجمالا في وجدانهم، و إن لم يقدروا على إتيان عبارة جامعة فالعوام إن سئلوا من أوجد هذه السماء والأرض يقولون الله وفي محاورات كلهم الله فعل كذا وأعطى كذا ومنع كذا فلزمهم الاستدلال، وإن لم يعرفوا وجه استدلالهم والله أعلم (بريق محمودية في شرح طريقة محمدية وشريعة نبوية في سيرة أحمدية، ج۲ ص ۸۱)

''عقائد میں تقلید اس کے لیے جائز ہے جسے تقلید کی وجہ سے ایسا کامل یقین حاصل ہو کہ کسی کے کہنے سے وہ شک کا شکار نہ ہوتا ہو مگر یہ دراصل استدلال کا مرتبہ ہے، اسے تقلید قرار نہیں دیا جاسکتا جو لوگ غور فکر اور استدلال کے قائل ہیں اور تقلید کی ممانعت فرماتے ہیں: جیسے امام اشعریؒ امام باقلانیؒ، امام الحرمینؒ اور بعض کے نزدیک امام مالکؒ تو ان کے نزدیک تقلید کرنے والا مسلمان ہے، البتہ غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار بھی ہے، بعض علما کے نزدیک اگر غور وفکر اور استدلال پر قادر ہو اور پھر بھی سستی سے کام لیتے ہوئے استدلال نہ کرے، تب گنہگار ہوگا۔ بعض کے نزدیک ایسا شخص سرے سے مسلمان ہی نہیں مگر (یہ قول درست نہیں کیونکہ) اس کی وجہ سے عام مسلمانوں کو کافر قرار دینا لازم آئے گا (جو کہ بالکل غلط ہے) میری رائے یہ ہے جس کی طرف پہلے بھی اشارہ ہو چکا ہے کہ تمام لوگ اپنے دل میں استدلال کرتے ہیں اگر چہ وہ اسے دوسروں کو بیان نہیں کر سکتے، چنانچہ عوام الناس سے اگر کوئی پوچھے کہ یہ زمان وآسمان کس نے بنائے ہیں، تو ان کا جواب یہ ہوگا کہ: اللہ تعالیٰ نے۔ وہ عام باتوں میں بھی یہ کہتے آرہے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، یہ اللہ کی عطا ہے، وہی محروم رکھتا ہے تو اس طریقے سے وہ استدلال کرتے ہیں اگر چہ طریقہ استدلال بتانے سے قاصر رہتے ہیں۔

ج: اس سے تمام عقائد واصول مراد نہیں ہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ علمِ کلام کی کتابوں میں جو کچھ اعتقادات مذکور ہوتے ہیں، ان سب کو عقائد قرار قرار دے کر وہاں تقلید کی ممانعت کی جاتی ہے، یہ درست نہیں ہے بلکہ جن عقائد میں تقلید درست نہیں ہے، اس سے مراد وہ بنیادی عقائد ہیں جو ''سمعی دلائل'' ہی پر موقوف نہیں ہوتے بلکہ غور وتدبر سے بھی سمجھ میں آتے ہیں۔

د: اس لحاظ سے اس کو ''عقائد میں تقلید'' کی بجائے اگر ''ایمان'' یا ''ایمانیات میں تقلید'' کا عنوان دیا جائے تو زیادہ مناسب ہے جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں عموماً ''ایمان مقلد'' کی بحث ہی ذکر کی جاتی ہے۔

☆ ☆ ☆

صحت

ڈاکٹر ضیاء اللہ
شعبہ صحت جامعہ دارالعلوم حقانیہ

تعلیمی اداروں میں اسکے بیز (SCABIES) کی بیماری

یہ ایک متعدی جلدی بیماری ہے جوکہ ایک قسم کے پیراسائٹ (Sarcoptes Scabi meta) سے ہوتا ہے ،اس کی علامات میں شدید خارش اور بعد میں چھوٹے چھوٹے دانے ہوتے ہیں، اگر بروقت علاج نہ کیا جائے تو جلد زخمی ہوکر اس میں پیپ پڑ جاتی ہے چونکہ اسکیبیز کی وجہ انسانی آنکھ سے نظر نہ آنے والا پیراسائٹ ہے جوکہ انسان کی اوپری تہہ کے اندر گھس کر انڈے دیتا ہے، اس طرح اپنی نسل کی افزائش کرتا ہے اور جب یہ پیراسائٹس فضلہ خارج کرتے ہیں تو انسانی جلد اس فضلے کے خلاف حساسی ردعمل (Allergic reaction) کرتی ہے، جو شدید خارش کا باعث بنتی ہے، شروع میں خارش کلائیوں،بغلوں میں ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ جسم کے مختلف حصوں میں شروع ہو جاتی ہے جو بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔اسکے بیز (Scabies) متاثرہ انسان سے قریبی میل جول ،جلدی اختلاط سے پھیلتا ہے ، اس کے علاوہ متاثرہ شخص کے کپڑے ، تولیہ، صابن، چپل اور بستر کے استعمال حتیٰ کہ ہاتھ ملانے سے بھی پھیل سکتا ہے۔

اسکے بیز (Scabies) کا علاج بہت آسان ہے لیکن جہاں بہت سارے لوگ ایک ساتھ رہتے ہوں جیسے ہاسٹلوں،سکولوں،یتیم خانوں وغیرہ میں بار بار ہوتا ہے کیونکہ صرف متاثرہ شخص علاج کرتا ہے حالانکہ ظاہری بیمار شخص کے علاوہ بھی اور لوگوں میں ابھی علامات ظاہر نہیں ہوئی تھیں جوکہ ہفتہ دس دن بعد ظاہر ہوجاتی ہیں، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اکٹھے رہنے والے لوگ ایک ساتھ علاج کریں، یاد رہے کہ اسکیبیز کا متاثرہ شخص بیماری کو اپنے گھر لے جا سکتا ہے لہٰذا بروقت علاج اور بچاؤ کی تدابیر اختیار کرکے اس بیماری سے نجات ممکن ہے۔

حفاظتی تدابیر: مریض بستر، کپڑے،تولیہ،صابن، چپل وغیرہ کسی دوسرے کیساتھ شریک نہ کرے، بیماری ظاہر ہونے کی صورت میں فوری علاج کرے، عام صفائی کا خیال رکھے، ہر تیسرے دن صابن سے ضرور غسل کرے۔ علاج: پرمیتھرین (Permetharine) کریم رلوشن، کوروٹا میٹون (Crotamiton) کریم رلوشن، لائیڈین (Lidane) کریم رلوشن، آئیورمیکٹن (Ivermectin) گولیاں۔

انتباہ! علاج صرف مستند ڈاکٹر کے مشورے اور ہدایات کے مطابق کریں۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال ۱۴۴۶۔۱۴۴۵ھ (۲۰۲۵۔۲۰۲۴ء) کا آغاز

دارالعلوم حقانیہ میں (۷۷ویں) نئے تعلیمی سال ۱۴۴۵/۴۶ھ (۲۰۲۴/۲۰۲۵ء) کا باقاعدہ آغاز بروز اتوار ۲۸/اپریل ۲۰۲۴ کو دارالحدیث ہال میں درس ترمذی شریف سے ہوا، تقریب میں تمام اساتذہ، منتظمین اور قدیم و جدید طلباء نے شرکت کی، افتتاحی تقریب ایوان شریعت ہال میں صبح گیارہ بجے منعقد ہوئی، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ترمذی شریف سے باقاعدہ درس کا آغاز فرمایا اور طلباء کو قیمتی نصائح سے نوازا، اس کے بعد نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے جدید طلباء کو جامعہ کے اصول وضوابط سے روشناس فرمایا، تقریب کا اختتام شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ کے خطاب اور پراثر دعا سے ہوا، امسال بھی الحمدللہ ہزاروں تشنگان علم ام المدارس جامعہ حقانیہ میں جوق در جوق تشریف لائے اور دو ہفتوں پر محیط داخلوں اور امتحانات کے سخت سلسلے کے بعد کامیاب طلباء کو داخلے دیئے گئے۔

دارالعلوم میں شعبہ ''معہد اللغۃ العربیۃ'' کا اجراء

امسال جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں مدیرالحق مولانا راشد الحق سمیع کی تحریک اور تجویز پر ''معہد اللغۃ العربیۃ'' کا اجراء کیا گیا حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اس شعبہ کی تجویز کو سراہا اور اس شعبہ کی منظوری دی جس کے تحت عربی زبان کی ابتدائی کلاس ''الصّف التمہیدی'' میں حفاظ اور میٹرک پاس طلباء کو داخلہ دیا گیا۔ اسی طرح شعبہ تخصصات کے نگران اعلیٰ عم مکرم حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے نئے تعلیمی سیشن کے داخلوں کی نگرانی فرمائی، والد مکرم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے اس بات پر خوشی کا اظہار فرمایا کہ دارالعلوم کا شعبہ ''تخصصات'' بہت تیزی کے ساتھ اللہ کی خصوصی توفیق کے باعث ترقی کررہا ہے۔

حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ رمضان کے آخری عشرہ میں بمع اہل وعیال عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے، جہاں آپ نے امت مسلمہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور بالخصوص فلسطین کے مظلوم عوام کیلئے خصوصی دعائیں کیں۔ حرمین شریفین کے سفر کے دوران مختلف ممالک کے علماء و مشائخ اور طلبہ نے کثیر تعداد میں آپ سے ملاقاتیں کیں اور اجازت حدیث بھی طلب کی۔ عیدالفطر کے دوسرے ہفتے آپ بخیروعافیت وطن واپس پہنچ گئے

اور دارالعلوم کے انتظامی و تعلیمی امور کی سرپرستی کیساتھ ساتھ دور دراز سے آئے ہوئے مہمانان گرامی سے ملاقاتیں بھی کیں اور دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کے داخلوں کی بھرپور نگرانی فرمائی۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۳۰مارچ: جامع مسجد حضرت مولانا عبدالحقؒ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تراویح میں ختم القرآن کے حوالے سے منعقدہ تقریب سے والدمحترم حضرت مولانا حامدالحق حقانی صاحب مدظلہ نائب مہتمم جامعہ حقانیہ نے خطاب فرمایا۔نماز تراویح کی امامت جامعہ کے طالبعلم قاری حسنین نے فرمائی۔۶/اپریل :جامعہ کے شعبہ دارالحفظ میں نماز تراویح میں شعبہ حفظ کے طلبا کرام نے متعدد ختم القرآن فرمائے،اسی مناسبت سے طلباء کی حوصلہ افزائی کیلئے منعقدہ تقریب سے حضرت نائب مہتمم صاحب نے خطاب فرمایا اور طلبہ میں انعامات تقسیم کیے۔ ۸/اپریل: رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈکتور محمد بن عبدالکریم العیسی صاحب کی پاکستان آمد کے موقع پر سعودی سفیر کی جانب سے ان کے اعزاز میں منعقدہ تقریب میں شرکت کیلئے اسلام آباد تشریف لے گئے اور معزز مہمان سے ملاقات کی۔۱۰/اپریل: مرکزی عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں نماز عیدالفطر کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب کیا۔اس اجتماع میں تقریباً ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔۱۱/اپریل:عیدالفطر کے تینوں روز علاقہ بھر عید مبارکباد کیلئے آئے ہوئے معزز مہمانوں سے ملاقاتیں کیں۔۱۳/اپریل: کنونشن سینٹر اسلام آباد میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام مسابقہ قرآن کے کامیاب حفاظ کے اعزاز میں منعقدہ تقریب میں شرکت کی، وزیر اعظم پاکستان نے اس موقع پر سیرت میوزیم اسلام آباد کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۲۸/اپریل: عالمی مقابلوں میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنیوالے ننھے قاری محمد ابوبکر نے جامعہ کی افتتاحی تقریب میں تلاوت کلام کا شرف حاصل کیا۔

افغان امور کیلئے برطانیہ کے سفیر مسٹر رابرٹ کی مولانا راشدالحق سے تفصیلی ملاقات

گزشتہ دنوں پاکستان ، خیبرپختونخوا کے دورے پر آئے ہوئے افغانستان کیلئے برطانیہ کے مقرر کردہ ناظم الامور جناب مسٹر رابرٹ چیٹرٹن ڈکسن نے مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع سے تفصیلی ملاقات کی، ملاقات میں افغانستان پاکستان کی سیاسی صورتحال اور خطے کے موجودہ کشیدہ حالات پر دوطرفہ بات چیت ہوئی، مولانا راشد الحق نے انہیں اس موقع پر امارت اسلامی افغانستان کے مسائل اور ان کے سیاسی موقف سے مسٹر رابرٹ کو آگاہ کیا۔اس طرح ملاقات میں دینی مدارس کے کردار، نظام تعلیم اور اسکی اہمیت پر مولانا راشد الحق نے انہیں بریف کیا اور خصوصاً فلسطین غزہ میں جاری اسرائیلی بربریت پر انہیں مسلمانوں اور پاکستانیوں کے شدید غم اور اضطراب کے بارے میں بتایا۔اس ملاقات میں پاکستانی برٹش ہائی کمیشن اسلام آباد کے پولیٹیکل قونصلرز بھی موجود تھے۔اس سے چند ماہ قبل بھی مسٹر رابرٹ چیٹرٹن ڈکسن نے مولانا راشد الحق سے اسلام آباد میں ملاقات کی تھی۔اسی طرح ماہ رواں میں امریکہ ، رومانیہ، برطانیہ، آسٹریا سمیت متعدد سفارتکاروں نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سیاسی و مذہبی اہمیت کے پیش نظر مولانا راشد الحق سمیع سے مختلف امور وموضوعات پر مسلسل ملاقاتیں کی ہیں۔

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

مطبوعات ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

دین اسلام کی نشر واشاعت میں تصنیف وتالیف کی اہمیت ہر ذی شعور کومعلوم ہے، تبلیغ دین میں اس شعبے کا اہم کردار رہا ہے اور تصنیف و تالیف کا فروغ طباعتی اداروں کے بغیر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، اسلامی علوم وفنون کی اشاعت میں تصنیفی اداروں نے اہم کردار ادا کیا ہے، انہی اداروں میں پاکستان کا معروف تصنیفی ادارہ ''تالیفات اشرفیہ ملتان'' بھی ہے جس کا روح رواں حضرت مولانا محمد اسحاق ملتانی صاحب ہیں، موصوف اس وقیع ادارے کا مؤسس وبانی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جید عالم دین، نامور مصنف بھی ہیں، آپ تصنیف وتالیف کا اچھا خاصا ذوق رکھتے ہیں، موقر اصلاحی مجلّہ ماہنامہ ''محاسن اسلام'' کے مدیر بھی ہیں، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کی ترقی میں آپ کی شب وروز محنتوں ومساعی کا ایک اہم رول ہے، اس ادارے سے آپ نے اب تک مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی سینکڑوں کتابیں شائع کیں ہیں جن میں سے بعض ضخیم کئی جلدوں پر بھی محیط ہے، خاص کر اکابر علمائے دیوبند میں حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے علوم ومعارف کی اشاعت میں اس ادارے کی خدمات محتاج تعارف نہیں، طباعتی سلسلے کی حسین کڑیوں میں درج ذیل مطبوعات بھی ہیں۔

☆ **تفسیر مظہری** مصنف: علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ اردو ترجمہ: مولانا سید عبدالدائم جلالیؒ

''تفسیر مظہری'' علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ کی تصنیف ہے، یہ عربی زبان میں ایک تحقیقی اور عالمانہ تفسیر ہے جس کا اردو ترجمہ مولانا سید عبدالدائم جلالیؒ نے کیا ہے، برصغیر پاک و ہند میں یہ مختلف مکتبوں سے شائع ہورہا ہے، اس بار مولانا اسحاق ملتانی صاحب نے اپنے ادارہ سے بہت ساری خصوصیات کیساتھ شائع کرکے داد تحسین حاصل کی ہے۔ شروع میں سورتوں کا تعارف، تفسیری نکات سے قبل متن کا اہتمام، دو کالم میں تفسیر وحواشی، اغلاط کی تصحیح کا اہتمام، صاحب تفسیر ومترجم کا تعارف اور بہترین طباعت جیسی خصوصیات کی حامل یہ تفسیر چھ جلدوں اور ۴۸۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

☆ **گلدستہ تفاسیر** (ملخص) تصنیف: مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنیؒ تلخیص: مولانا محمد اسحاق ملتانی

''گلدستہ تفاسیر'' عصر حاضر کی اردو تفاسیر میں ایک معتبر تفسیر ہے جو کہ سات جلدوں پر محیط ہے

جسے مولانا محمد اسحاق ملتانی صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنیؒ نے مرتب کیا اور مولانا مرحوم کی آرزو وتمنا تھی کہ قارئین کی آسانی وسہولت کیلئے اس تفسیر کی ایک جلد میں تلخیص ہوجائے تو بہتر ہوگا، مولانا محمد اسحاق صاحب نے اپنے والد کی آرزو کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اِس کی ایک جلد (۱۰۷۲صفحات) میں تلخیص کی،جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا ''آسان ترجمہ قرآن'' سے ترجمہ لیا گیا، بہت ساری خصوصیات کی حامل یہ تفسیر ایک قیمتی سوغات ہے۔

☆ **خیر الصالحین اردو شرح ریاض الصالحین** مرتب: مولانا محمد اسحاق ملتانی

ریاض الصالحین احادیث مبارکہ ایک بہترین مجموعہ ہے جو دینی مدارس میں بنین و بنات کے نصاب میں شامل ہے، اسکی اب تک اردو ،عربی میں کئی شروحات لکھی جا چکی ہیں، زیر تبصرہ کتاب وفاقی نصاب برائے بنات کے مقررہ حصص پر مشتمل شرح ہے، اسکا اکثر حصہ معروف عالم دین حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ کا لکھا ہوا ہے، مولانا محمد اسحاق ملتانی صاحب نے اس شرح کو دیگر شروحات سے استفادہ کرتے ہوئے نہایت سلیقے سے مرتب کیا ہے، عبارت پر اعراب، سلیس اردو ترجمہ، مختصر مگر جامع تشریح اس کی اہم خصوصیات ہیں، مدارس بنات کے اساتذہ اور طالبات کیلئے یہ ایک آسان اور عام فہم شرح ہے ضخامت دو جلدوں (۱۰۸۰صفحات) پر مشتمل یہ شرح ایک انمول تحفہ اور قیمتی سوغات سے کم نہیں۔

☆ **۳۶۵سبق** مرتب: مولانا محمد اسحاق ملتانی

انسان کی زندگی مسلسل تجربات اور اسباق کا مجموعہ ہے، انسان زندگی کے ہر موڑ پر کچھ نہ کچھ سبق سیکھتا ہے بلکہ زندگی خود ہی ایک سبق ہے، انسان سیکھے ہوئے اسباق کی روشنی میں زندگی کی منازل طے کرتا ہے، مولانا محمد اسحاق ملتانی صاحب نے نونہالان ملت کیلئے ''۳۶۵سبق'' کے عنوان سے ایک اہم کتاب مرتب کی ہے، جس میں انہوں نے سال بھر کے روازانہ کے حساب سے اسباق ترتیب دیئے ہیں، آسان اور عام فہم معلومات سے مزین یہ گلدستہ چھ سال کے عمر سے لیکر پندرہ سال کی عمر تک بچوں کیلئے نہایت مفید ہے بلکہ بڑی عمر کے مرد وخواتین بھی اس سے مستفید ہوسکتے ہیں، اس کے روازنہ مطالعہ سے ہم اپنی زندگی کا مقصد، منزل اور انداز سفر کے بارے میں کچھ سیکھ سکتے ہیں، ۳۸۴صفحات پر مشتمل یہ کتاب آج کی دعا، آج کی حدیث، آج کی سنت، آج کی تعلیم، آج کا واقعہ، اسلامی عقائد، تعلیمات، واقعات اور معلومات جیسے عنوانات کو محیط ہے یہ کاوش قابل صد تحسین ہے۔

قارئین درج ذیل نمبر سے یہ ساری کتابیں حاصل کرسکتے ہیں (0322-8951008/0322-6180738)